مکمل ناول

عنبرین ولی

Nasim-e Mehr

ظہر کی نماز کے بعد ہی محلے کی خواتین ان کے گھر آنا شروع ہو گئی تھیں۔ آج اس کے ابا کی برسی تھی۔ انہوں نے ان کے ایصال ثواب لیے گھر میں قرآن خوانی رکھی تھی، منتہیٰ نے آج پورے گھر کی تفصیلی صفائی کی، جانوروں کا حصہ بالکل الگ تھا مگر اس کے باوجود اسے گھر کے اندر بھی بو محسوس ہوتی۔ ناک پر دوپٹا رکھ کر ڈھیر سارا اسپرے بھی کیا تاکہ آنے والے مہمان خوش ہو کر جائیں۔ اسے تو یہی لگتا تھا کہ بو سونگھنے کے معاملے میں جتنی تیز ناک اس کی ہے محلے والوں کی بھی ہوگی۔ حالانکہ ہر روز دن میں کئی بار محلے کی یہی عورتیں کبھی دودھ، کبھی تو کبھی مکھن کی خریداری کے لیے آیا کرتیں لیکن انہوں نے کبھی کسی بات کا شکوہ نہ کیا۔ اماں تو اسے کہتی تھیں کہ تم اپنی ناک کا علاج کرواؤ۔

بڑے کمرے میں ہی سارا اہتمام کیا گیا تھا، منتہیٰ زیادہ کام کاج نہیں کر سکتی تھی اس لیے اس کی دوست بھی آج کالج سے چھٹی کر کے اس کے گھر موجود تھی۔ اماں بے چاری تو سارا دن ہی مصروف رہا کرتیں۔ آج کا دن عام دنوں سے کہیں زیادہ تھکا دینے والا تھا لیکن یہی تھکن انہیں جان سے زیادہ عزیز تھی، جب رات کو وہ تھکن سے چور بدن کے ساتھ بستر پر گرتیں تو فوراً ہی سو جاتیں۔ اگر یہ تھکن نہ ہوتی تکلیف دہ سوچیں اب تک ان کی جان لے چکی ہوتیں۔

عورتیں آئیں۔ قرآن پاک پڑھا گیا۔ ثواب منتہیٰ کے ابا مظفر کو بخشا گیا، دعا کے وقت انہیں کیا کچھ نہیں یاد آیا۔ کاش وہ حادثہ نہ ہوا ہوتا نہ وہ ان سے بچھڑتے اور نہ ہی۔۔۔ لیکن کبھی خدا کے لکھے کو بھی کوئی بدل سکا ہے؟ دعا کے بعد کھانے کا اہتمام تھا۔ شام تک سب خوش اسلوبی سے نمٹ گیا۔ اس کے بعد منتہیٰ اور اس کی سہیلی فوزیہ نے گھر کو صاف کیا، برتن دھوئے، ابھی وہ چائے پینے بیٹھی ہی تھیں کہ فوزیہ کا بھائی اسے واپس لینے آ گیا۔ جلدی جلدی چائے ختم کرتی وہ چلی گئی۔

مغرب کا وقت ہونے میں کچھ ہی دیر تھی۔ وہ تھکی ہاری سی دروازے کی چوکھٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اماں جو کہ برآمدے میں ہی موجود تھیں۔ اسے یوں بیٹھے دیکھ کر اس کے پاس آئیں۔

''تمہارے پاس دماغ ہے یا اسے بھی بیچ کر کھا گئی ہو؟'' منتہیٰ نے ان کے طنز پر کافی برا منہ بنایا۔

''تم ذرا انگلیوں پر گنو تو، کتنی بار تمہیں سمجھا چکی کہ جب دو وقت مل رہے ہوں تو یہاں نہیں بیٹھتے۔'' وہ تحمل مزاجی کا مظاہرہ کر رہی تھیں لیکن ان کی آنکھوں سے غصہ چھلک رہا تھا۔

''ہاں ہاں سارے جن بھوت اسی چوکھٹ کو ہی پار کر کے گزرتے ہیں۔ انہیں تو جیسے کوئی اور راستہ ملتا ہی نہیں۔'' وہ چڑ کر بولتی ہوئی کمرے میں گھس گئی۔ اماں اس کے پیچھے آئیں۔

ان کا رخ طویلہ کی طرف تھا جہاں ان کے جانور بھوکے تھے۔ کپڑے تبدیل کر کے انہوں نے کام والا مخصوص جوڑا پہنا۔ اور جانوروں کو چارا ڈالنے لگیں، ڈھیر ساری مرغیاں آزادانہ گھوم رہی تھیں ان سب کو ڈربے میں بند کیا۔ باقی جتنے کام رہ گئے تھے وہ نمٹا کر نہا کر لباس تبدیل کر کے اندر آئیں تو اسے مصروف پایا۔

وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں کروشیہ اور اون لپٹا تھا، وہ بڑی مہارت اور تیزی کے ساتھ اس دھاگے کو بڑی پیاری شکل دینے میں مصروف تھی۔ وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

''تم نے دوا کھائی تھی؟''

''جی اماں۔ دوا کے بغیر بھی بھلا میرا گزارہ ہے۔'' اس نے سر اٹھا کر مسکرا کر کہا اور پھر سے سر جھکا لیا۔ دونوں بظاہر بالکل معمول کے مطابق ہی کام کر رہی تھیں لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کے درد سے واقف تھیں۔ سلیقہ بی بی نے بمشکل اپنے آنسو روکے۔

''تم نے آج ضرورت سے زیادہ ہی کام کیا ہے۔ اب اسے بند کرو اور سو جاؤ۔ صبح کالج بھی جانا ہے تمہیں۔ اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔'' انہوں نے

www.urdugem.com

CamScanner

محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بوسہ دیا۔ وہ بے اختیار ان کے کندھے سے لگ گئی۔

''اللہ نے ابا کو بلالیا تھا۔ مجھے بھی اپنے پاس بلالیتے۔ میری زندگی اس اذیت میں تو نہ گزرتی۔'' اس کی آواز میں شدید دکھ تھا۔ انہوں نے گہری سانس بھری۔ اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

''خدا کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ خدا اگر چاہتا تو اس حادثے کو ہماری زندگی میں آنے ہی نہ دیتا۔ بہت سے لوگ ہیں جن کی زندگی ان حادثات سے پاک ہے، جبکہ کچھ ہم جیسے بھی ہیں۔ کس کے ساتھ کب کیا ہو، کیوں ہو، کس لیے ہو اس کی وجہ نہ ہم جانتے ہیں نا جان سکتے ہیں اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس لیے جو ہے جیسا ہے اسے قبول کرو اور شکوے بھول جاؤ۔ زندگی میں شکایتوں کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے، جو کہ توجہ طلب ہے۔ جیسے کہ تمہاری تعلیم اور صحت، جو ہو چکا اسے ہم بدل نہیں سکتے لیکن اپنا خیال تو رکھ سکتے ہیں نا؟'' ملیحہ نے ان کی بات پر اثبات میں سر ہلایا اور مسکرا دی۔

''تم دیکھنا ایک دن آئے گا جب سب کچھ بدل جائے گا، بالکل ویسا ہو جائے گا جیسا تم چاہتی ہو لیکن اس کے لیے تمہیں انتظار کرنا پڑے گا اور محنت بھی۔ لیکن یہ سب تب ممکن ہے جب تم مضبوط ہو گی۔ اب اٹھو سامان سمیٹو۔ یہ کل مکمل کر لینا۔ اب سو جاؤ۔'' انہوں نے بستر سے سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔ وہ چپ چاپ اٹھ گئی۔ چیزیں اٹھا کر جگہ پر رکھیں اور بستر جھاڑ کر لیٹ گئی۔ سلیقہ کمرے سے جا چکی تھیں۔ مستقبل کی سوچوں میں الجھی وہ نیند کی گود میں پہنچ گئی جو کہ اب اسے تھپک تھپک کر دوسرے جہان کی سیر کروا رہی تھی۔ وہ جہان جہاں صرف بے خبری ہوتی ہے۔

☆☆☆

عبدالباری کی آنکھ کھلی تو صبح کے سات بج رہے تھے۔ وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ گھڑی میں وقت دیکھا اور ایک دم ہی بستر سے چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا۔ آج اسے حیدر آباد کے لیے نکلنا تھا، اس کی کوشش تھی کہ وہ بارہ بجے تک وہاں پہنچ جائے اور ممکن ہو تو آج رات ہی واپسی کا بھی قصد کر لے۔

پندرہ منٹ میں وہ جانے کے لیے تیار سیڑھیاں اتر رہا تھا، سامنے ہی مومنہ دکھائی دی۔ اس نے عبدالباری کی جانب مسکرا کر دیکھا لیکن وہ اسے نظر انداز کرتا آگے بڑھ گیا۔ وہ اسے معاف کر چکا تھا لیکن مومنہ نے جو کچھ بھی کیا اسے بھولنا ناممکن تھا۔

کتنی عجیب بات تھی نا بہن اور بیٹی نے ایک ہی جیسی غلطی کی تھی لیکن منظور صاحب نے بیٹی کی غلطی کو کیسے چٹکیوں میں معاف کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہی انہیں اپنی بھولی ہوئی بہن یاد آئی جو نجانے کہاں تھیں، کن حالات میں تھیں۔ خدا جانے زندہ تھیں بھی کہ نہیں۔ ان سب باتوں کا احساس انہیں اب ہو رہا تھا اور فکر بھی۔

اسے اپنے پاپا کے اس دہرے معیار پر شدید غصہ تھا لیکن ان کی طبیعت کے پیش نظر وہ کچھ بھی نہیں بول پایا، احتجاج کا ایک لفظ تک نہیں۔ لیکن دل ہی دل میں وہ ان سے شدید نالاں تھا۔

اپنی پھپھی کا پتا ڈھونڈنے میں بھی اسے اچھی خاصی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ انہیں ہر صورت اپنے ساتھ واپس لائے گا اور دادا کی جائداد میں سے انہیں ان کا حصہ بھی پوری ایمان داری سے دے گا۔ جس علاقے میں وہ فی الحال رہائش پذیر تھیں، اس کے بارے میں اسے کچھ علم نہیں تھا، اسے بس اتنا ہی معلوم تھا کہ اسکی پھپھی نے ایک غریب طبقے کے مرد کے ساتھ شادی کی تھی۔ اور وہ جس علاقے میں رہائش پذیر تھے۔ سالوں پہلے اسے چھوڑ چکے تھے، اس علاقے کے امام صاحب سے ہی اسے علم ہوا کہ مظہر ایک ایکسیڈنٹ میں چل بسے تھے۔ اور ان کے والدین اپنی بہو اور پوتی کے ساتھ حیدر آباد واپس چلے گئے۔

تب سے اب تک وہ یہی سوچ رہا تھا کہ ان کی زندگی کس طرح گزری ہو گی۔ کن کن مشکلات کا انہیں سامنا کرنا پڑا ہو گا۔ اور اب نجانے کیسے حالات ہوں گے۔ مومنہ تو اپنی من مانی کرنے کے بعد بھی پہلے جیسی ہی زندگی گزار رہی تھی۔ جبکہ اس کی پھپھو نے اس بغاوت کی بڑی بھاری قیمت چکائی تھی۔

گاڑی چلاتے ہوئے بچپن کی بہت سی یادیں اس کے ذہن میں تازہ ہونے لگیں۔ اس کی یادوں میں ان کا حسین چہرہ اب بھی روشن تھا۔ کتنا پیار کرتی تھیں وہ اس سے۔ لیکن پھر ایک دن وہ اچانک ہی اس کی زندگی سے غائب ہو گئیں۔ اب وہ پھر سے انہیں اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتا تھا۔ اسی عالی شان گھر میں جہاں ان کا حصہ تھا، حق تھا۔

اسے یہ بھی محسوس ہوا تھا کہ پاپا کے اس فیصلے سے اس کی ممی بالکل بھی خوش نہیں ہوئیں۔ کیونکہ جائداد میں بٹوارے کا مطلب تھا کہ ایک اچھا خاصا بڑا حصہ ان کے پاس سے کسی اور کے پاس منتقل ہو جائے۔ اور یہ بات اسٹیٹس کانشس عورت کے لیے کس حد تک تشویش ناک ہو سکتی ہے اس کا اندازہ عبدالباری کو اچھے سے تھا۔ لیکن وہ ان تمام چیزوں سے نمٹنا جانتا تھا۔

اس نے روڈ کے ایک طرف گاڑی روکی اور پانی کی بوتل منہ سے لگا لی۔ اسی وقت اس کا فون بجنے لگا۔ جیب سے فون نکال کر اسکرین دیکھی تو پاپا کالنگ کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔ اس نے سنجیدہ چہرے کے ساتھ فون ریسیو کیا۔

مجھے ابھی حیدر آباد پہنچنے میں ایک گھنٹہ لگے گا۔

لگتا ہے آپ سے صبر نہیں ہو رہا۔

اگر آپ کی بیٹی اور میری بہن گھر سے نہ بھاگتی تو شاید آپ کو سلیقہ پھپھو کبھی یاد ہی نہ آتیں۔'' اس نے لاکھ کوشش کی کہ وہ زبان قابو رکھے لیکن پھر بھی اس کے منہ سے یہ سچ پھسل گیا۔ دوسری جانب چند لمحوں کیلئے خاموشی چھا گئی

''باپ اور بھائی میں یہی تو فرق ہے۔ باپ کی شفقت اور بھائی کی محبت ـــــ کو ایک پیمانے پر رکھنا ہی غلط ہے۔'' وہ سنجیدہ آواز میں بولے۔ وہ اب بھی ان سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن خاموش ہو گیا۔

میں وہاں پہنچ کر آپ کو فون کرتا ہوں۔ اس نے یہ کہہ کر کال کاٹ دی۔ گاڑی روڈ پر رواں دواں تھی۔ اور اس کا دماغ بھی سوچوں کے جال میں الجھا تھا۔ جوں جوں وہ منزل کے قریب آ رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔ وہ آنے والے لمحات کے بارے میں کوئی پیشن گوئی کرنے سے خود کو قاصر پاتا تھا۔

وہ اسے پہچان نہیں سکیں گی اور جب وہ ان سے اپنا تعارف کروائے گا تو نجانے وہ کس طرح کا رویہ دکھائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے دروازے سے اندر گھسنے ہی نہ دیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بانہیں پھیلا کر استقبال کریں۔ خدا جانے کیا ہو گا۔ اس کی بڑبڑاہٹیں جاری تھیں۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ ان کے دروازے پر تھا۔ ارد گرد کا علاقہ دیکھ کر اس کے ملال میں شدید اضافہ ہوا۔ کچے ٹوٹے ہوئے روڈ، جگہ جگہ گٹر کا کھڑا پانی، ادھ ننگے بچے، وہ پریشان حیران سا ان کے دروازے کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ لوہے کا بڑا سا زنگ آلود دروازہ۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ گلی میں موجود کئی لوگوں کی نظریں اسی پر تھیں۔ اس کی مہنگی چمکتی گاڑی کو بچے بڑی ہی پرشوق نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ باری نے اپنی ساری ہمتیں مجتمع کرنے سے پہلے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا اور دروازہ بجایا۔ دل تھا کہ تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ دوسری دستک پر ہی دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایک ادھیڑ عمر آدھے سفید اور آدھے کالے بالوں والی عورت موجود تھی۔ اس نے ایک نظر ان کے وجود پر ڈالی۔ کپڑوں اور پیروں پر بھوسہ لگا ہوا تھا۔ چہرے پر جھریاں تھیں لیکن بہت کم البتہ چہرے کا رنگ کافی گہرا تھا، اسے لگا شاید وہ غلط دروازے پر آ گیا ہے۔ اس عورت کی آنکھوں میں الجھن تھی۔

''یہ۔۔۔ یہ سلیقہ بی بی کا گھر ہے؟'' اس نے گلا کھنکار کے پوچھا۔

www.urdugem.com

CamScanner

"جی۔ یہ سلیقہ بی بی کا ہی گھر ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔ ان کی آواز اور صاف شفاف لہجے نے اسے چونکا دیا۔

"آپ؟"

"میں ہی سلیقہ ہوں۔ کہیے کیا بات ہے؟" وہ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کر رہی تھیں۔ جبکہ وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اچھا آپ کو صوبیہ نے بھیجا ہے؟ ان سے کہیے گا کہ منتہیٰ کی طبیعت ناساز تھی اس لیے وہ کام مکمل نہیں کر سکی۔ ایک دو دن بعد میں خود ہی کھلونے دے جاؤں گی۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔ مسکراتے ہوئے ان کے گال کا ڈمپل نمایاں ہو گیا۔ کیا یہ وہی عورت تھی جس کے لیے دنیا جہان کے رشتوں کی لائن لگی رہتی تھی؟ جن کی چمکتی خوب صورت رنگت انہیں کئی لوگوں میں ممتاز کرتی تھی۔ اور ان کے گال پر پڑنے والا گڑھا جس پر بچپن میں عبدالباری نے کئی بار ہاتھ رکھا تھا، وہ ان کو حسرت، دکھ نجانے کس کس احساس کے زیر اثر دیکھنے لگا، وہ ایک اجنبی کے یوں دیکھنے پر متجب تھیں اور الجھن سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ اس نے بے اختیار ہی ان کے داہنے گال کے گڑھے پر انگلی رکھی تب ہی اس کی آنکھ چھلکی۔ سلیقہ ایک دم ہی جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹیں۔

"ک...... کون ہو تم؟" انہوں نے کانپتی آواز میں پوچھا۔ اس ننھے سے ہاتھ کا لمس ان کے گڑھے میں اب بھی قید تھا۔ بڑی بڑی آنکھوں والا عبدالباری ان کی نظروں میں گھوم گیا۔ اور یہ سامنے کھڑا خوبرو جوان۔۔ ان کے دل کی حالت بری ہونے لگی۔

"میں آپ کا عبدالباری ہوں۔" ان کے جسم میں جو رہی سہی طاقت تھی وہ بھی جیسے نچڑ گئی۔ وہ ایک دم ہی ٹانگیں بے جان ہونے پر زمین پر بیٹھ گئیں۔ عبدالباری نے دروازہ بند کیا اور ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ ان کا وجود کانپ رہا تھا اور آنکھوں میں سیلاب امڈ آیا تھا۔ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر وہ بلک بلک کر روتی جاتی تھیں اور اسے چومتی جاتی تھیں۔

"آپ نے جانے سے پہلے مجھے کیا کہا تھا یاد ہے؟" اس نے ان کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے ماضی کا دروازہ بجایا۔ وہ لمحہ، وہ وقت ان کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔

"میں نے ڈھونڈ لیا آپ کو۔ اب کبھی دور مت جایئے گا مجھ سے۔" وہ ان کے ہاتھ چومتے ہوئے، روتے ہوئے بولا۔

☆☆☆

آج دھوپ بہت تیز تھی، اسے اپنی طبیعت بھی کچھ بہتر نہیں لگ رہی تھی، اس پر وہ اپنا فون بھی گھر بھول آئی تھی۔ پرسوں اس نے صوبیہ سے کہا تھا کہ وہ صبح کسی کو بھیج دے لیکن اس سے کام پورا نہیں ہو پایا تھا۔ وہ اسے منع کرنا بھی بھول گئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں گھنٹوں کا حساب کتاب کرنے لگی کہ آج اسے مزید کتنے گھنٹے درکار ہوں گے۔ پیپرز میں بھی صرف کچھ ہی دن رہتے تھے۔ امتحانات کی تیاری بھی کرنی تھی اور کام بھی پورا کرنا تھا۔

یوں تو ان کے گھر کا گزارہ کافی اچھا چلتا تھا۔ دودھ، دہی، مکھن، دیسی گھی ہر چیز ہی گھر میں موجود تھی لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اب اس کی ماں کی بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم نہیں کہ وہ اکیلی اتنے سارے جانور سنبھال سکیں۔ وہ انہیں ایک بار نوکر رکھنے کا مشورہ بھی دے چکی تھی اور انہوں نے وہ مشورہ مان بھی لیا تھا لیکن اس لڑکے نے منتہیٰ پر ہی نظریں گاڑ لی تھیں۔ وہ اس کی وجہ سے اچھی خاصی پریشان ہو گئی تھی لیکن اماں کی مدد کی وجہ سے خاموش رہی، انہوں نے خود ہی اس کے تیوروں پر غور کیا تو لمحے بھر کا بھی سوچے بغیر اسے نکال باہر کیا۔ ان دنوں وہ یہی سوچتی رہتی تھی کہ اب مزید وہ چند سال ہی اس کام کو جاری رکھ پائیں گی۔ اس کے بعد انہیں یہ جانور اور دودھ کا کاروبار بند کرنا پڑتا یا کسی کے حوالے کرنا پڑتا، وہ خود ابھی تعلیم حاصل کر رہی تھی، تعلیم مکمل ہو بھی جاتی تو بھی اس کی اماں اسے نوکری نہ کرنے دیتیں۔ تبھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ جلد ہی اپنا ایک

چھوٹا سا اسٹور کھولے گی تاکہ امی کی پریشانی بھی ختم ہو جائے اور آمدن کا کوئی مستقل ذریعہ بھی بن جائے۔

اس سوچ کو اس نے ابھی عملہ جامہ نہیں پہنایا تھا۔ البتہ اپنی ایک سہیلی کی بھتیجی کے لیے اس نے کروشیے سے چھوٹے چھوٹے جوتے بنا کر ان کا تحفہ دیا۔ ہاتھ کی کڑھائیوں سے لے کر سویٹر بننے تک میں وہ ماہر تھی اور یہ سارے کام اس نے محلے کی ایک بوڑھی اماں سے سیکھے تھے۔ اس سہیلی کے گھر والوں کو یہ جوتے اتنے پسند آئے کہ انہوں نے باقی بچوں کے لیے بھی اس سے جوتے بنانے کی فرمائش کر دی۔ اور ایک اچھا معاوضہ بھی دیا۔ اس کے بعد سے یہ سلسلہ چل نکلا۔ اس کے کام میں بے حد صفائی بھی تھی۔ جلد ہی صوبیہ نامی ڈیزائنر سے اس کا رابطہ ہوا۔ وہ منتہیٰ سے کروشیے کے پرس بنوانے لگی جن کو بے حد پسند کیا گیا۔ وہ پرس بنانے کے لیے بہت باریک اور چمکیلی زری کا استعمال کرتی تھی، جس میں اس کی بہت محنت لگتی، لیکن جب وہ مکمل ہوتا تو اتنا حسین لگتا کہ وہ اسے دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہو جاتی۔ لیکن اس نے صوبیہ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ مجبوری میں یہ کام نہیں کر رہی اس لیے اسے اس کی مرضی کا جائز معاوضہ دیا جائے۔ صوبیہ نے پہلے اسے کم پر راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانی مجبوراً اسے اس کی بات ماننی پڑی۔

کچھ دن پہلے ہی اسے نیا آرڈر ملا تھا جسے کل رات ہی مکمل کرنا تھا۔ لیکن وہ اسے مکمل نہیں کر پائی تھی۔ اور اب سوچ رہی تھی کہ گھر جاتے ہی کام پورا کرنے کی کوشش کرے گی۔ چھٹی سے کچھ دیر پہلے ہی اسے فوزیہ دکھائی دی، خود اس نے سارا وقت لائبریری میں گزارہ تھا، ان دونوں کی ملاقات نہیں ہو پائی تھی۔ ناک میں سونے کی ننھی سے حسین نتھ پہنے، وہ تیزی سے اس کے پاس گئی۔

"ارے یہ کب ہوا؟ میرا مطلب ہے کہ تم نے کب ناک چھدوائی اور اتنی پیاری نوز رنگ۔" اس نے اس کی ناک چھو کر اشتیاق سے پوچھا۔

"کل جب میں تمہارے گھر سے واپس گئی تو امی مارکیٹ جا رہی تھیں میں بھی ان کے ساتھ چل پڑی، وہیں سنار کے پاس کچھ لڑکیاں ناک کان چھدوا رہی تھیں، میں نے بھی سوچا نیک کام میں دیر کیسی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ فوزیہ بڑی گوری چٹی سی تھی، گلابی عارض، ناک بھی اکثر گلابی ہی رہتی، اس پر یہ سنہری نتھ بہت سج رہی تھی۔ منتہیٰ نے دل کھول کر تعریف کی۔

"یار مجھے بھی بازار لے چلو نا۔ مجھے بھی ناک میں لونگ پہننی ہے۔" اس نے مسکین شکل بنا کر کہا۔ فوزیہ فوراً مان گئی۔ بازار قریب ہی تھا۔ چھٹی ہوتے ہی دونوں رکشا میں بیٹھیں اور دس منٹ بعد ہی مطلوبہ دکان کے اندر تھیں۔ کچھ دیر میں ہی اس کی پتلی سی ناک میں سنہری تار سجی تھی، سامنے لگے شیشے میں اس نے ہر زاویے سے خود کو دیکھا اور پیسے دے کر واپسی کی راہ لی۔ وہ پورے راستے دکھتی ناک کو بچاتے بچاتے گھر پہنچی جہاں ایک دھماکا خیز خبر اس کی منتظر تھی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ گھر کے دروازے کے سامنے تھی۔ حسب معمول دروازہ کھلا ہوا تھا، کھلے دروازے سے وہ اندر داخل ہوئی اور بلند آواز سے سلام جھاڑا۔ لیکن اسے کوئی جواب موصول نہ ہوا، یقیناً اماں کسی کام سے باہر گئی تھیں، وہ اطمینان سے کمرے میں آئی بیگ رکھا، کپڑے اٹھائے اور باتھ روم میں گھس گئی، وہ جونہی نہا کر نکلی سامنے ہی ایک اجنبی گود میں میمنہ اٹھائے بڑی بے تکلفی سے کھڑا تھا، اسے دیکھتے ہی منتہیٰ کے منہ سے چیخ نکلی۔ وہ دوپٹے کے بغیر تھی، فوراً باتھ روم میں واپس گھسی اور دوپٹا لپیٹا، اس کی چیخ سن کر باری نے میمنے کو نیچے اتار دیا تھا، وہ سخت غصے سے اسے دیکھنے لگی۔"

"کون ہو تم؟ اور میرے گھر میں کیا کر رہے ہو؟" وہ دھاڑ کر بولی۔ اندر سے وہ بے حد خوف زدہ تھی، لیکن ظاہر ہے اس اجنبی کے سامنے اپنا خوف ظاہر نہیں کر سکتی تھی، عبدالباری نے اسے بے حد

www.urdugem.com

CamScanner

دلچسپی سے دیکھا۔

"یہ تمہارا گھر ہے؟ لگتا تو نہیں۔" وہ بڑے آرام سے بولا۔ "تمہیں تو کسی محل میں ہونا چاہیے تھا۔" یہ کہتے ہوئے اس کے قدم بڑھنے لگے، باہر کا دروازہ تبھی بند کر دیا گیا تھا وہ ایک دم ہی وہاں سے بھاگی اور کچن میں گھس گئی، سیکنڈز میں اس نے سب سے بڑی اور تیز چھری اٹھائی اور باہر آ گئی۔

"اب بولو۔ نہتی لڑکی کو دیکھ کر بہت شیر ہو رہے تھے نا۔ اب بتاؤ یہاں کیوں آئے ہو؟" وہ چھری سے اسے خوف زدہ کرتے ہوئے بولی۔ عبدالباری کو اس کے انداز پر شدید ہنسی آ رہی تھی، لیکن وہ ہنسا نہیں بلکہ سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا۔ تبھی بیرونی دروازہ بجا، اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی طرف پہنچتی عبدالباری نے ایک دم ہی اس کے ہاتھ سے چھری جھپٹی اور دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ اس کے پیچھے بھاگ بھی نہ پائی بلکہ وہیں کھڑی رہی۔ دروازہ کھلنے پر اس کی اماں نمودار ہوتی تھیں۔ دونوں ہاتھوں میں بھاری تھیلے پکڑے وہ اندر داخل ہوئیں، اس نے فوراً ہی اماں کے ہاتھ سے سامان لیا۔

"مجھے علم ہوتا کہ آپ اس کام کے لیے جا رہی ہیں تو میں آپ کو جانے ہی نہ دیتا۔" مرغی، گوشت اور پھلوں سے بھرے تھیلے دیکھ کر وہ ناراضی سے بولا۔ منتہیٰ اب بھی حیران سی اسے اور اماں کو دیکھ رہی تھی۔ اماں کی نظر اس پر پڑ چکی تھی۔ وہ اس کی حیرانی سے بھی واقف تھیں اس لیے اسے پانی لانے کا اشارہ کر کے وہ چارپائی پر بیٹھ گئیں منتہیٰ ان کے لیے پانی لے آئی، عبدالباری بڑی ہی بے تکلفی سے کچن میں جا چکا تھا۔ اماں نے آدھا گلاس پانی پی کر اسے واپس کیا۔

"یہ نمونہ کون ہے؟ اور اس گھر میں اس قدر بے تکلفی سے کیوں گھوم رہا ہے؟" سامان رکھتے عبدالباری کی طرف خوں خوار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے اماں سے سوال کیا اور پانی پینے لگی

"یہ عبدالباری ہے۔ تمہارے ماموں کا بیٹا۔" انہوں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ اسے اچھو لگ گیا۔ ایک دم ہی اس نے گلاس خود سے دور کیا اور بے یقین نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"آپ نے اسے گھر میں گھسنے کیسے دیا؟" اس نے شدید غصے سے ہاتھ میں پکڑا گلاس نیچے پھینکا۔ عبدالباری بھی باہر آ چکا تھا اور اس سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

"اسے ابھی اور اسی وقت اس گھر سے نکالیے اور اسے واپس جانے کا کہیے۔ ہم اس دنیا میں اکیلے ہیں، ہمارا کوئی نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر تیزی سے اپنے کمرے میں گھس گئی۔ دروازہ بند نہیں کر سکتی تھی وہ۔ اسے بے بسی کی موت سے شدید خوف آتا تھا۔ اماں بھتیجے کی دل جوئی بھول کر اس کے پیچھے لپکیں۔ وہ بستر پر بیٹھی گہرے سانس لے رہی تھی اور چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

"منتہیٰ خدا کا واسطہ غصہ مت کرو، پرسکون ہو جاؤ۔ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔" اس نے ناراضی سے انہیں دیکھا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ اپنی طبیعت کے خراب ہو جانے سے بے حد خوف زدہ رہتی تھی لیکن اس وقت اس کا دماغ غصے سے کھول رہا تھا۔

"میری طبیعت کی اتنی ہی فکر تھی تو اسے گھر میں کیوں گھسنے دیا آپ نے؟" اسی وقت دروازہ بند کیوں نہیں کیا، دھکے دے کر باہر کیوں نہیں نکالا؟ یہ ان ہی ماں باپ کی اولاد ہے نا جنہوں نے ابا کو چوکیدار کے ہاتھوں ذلیل کروایا تھا۔ آپ کو کیوں کچھ یاد نہیں؟ کیوں اس آدمی کی صورت دیکھ کر ان کے ماں باپ کی کرنی بھول گئیں آپ؟" وہ روتے ہوئے بولی۔ انہوں نے فوراً ہی اسے دوا نکال کر دی اور زبردستی کھلائی۔

"ان کا وہ سلوک میری کرنی کا پھل تھا۔ مجھے کوئی شکوہ نہیں۔ تم بس کچھ بھی الٹا سیدھا مت سوچو۔ اور آرام کرو۔ میں گھر سے بھاگی تھی، لوگ اس جرم کی پاداش میں تو قتل بھی کر دیتے ہیں، مجھ سے تو صرف تعلق توڑا گیا۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں،

"آپ کے بھائی کی بھی تو کوئی بیٹی ہو گی، خدا کرے وہ بھی گھر چھوڑ کر جائے۔" اس نے شدید نفرت سے بددعا دی

"تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسی باتیں کر رہی ہو؟" انہیں بہت برا لگا۔

"پھر میں دیکھوں گی کہ کتنے دن اس سے رابطہ توڑیں گے۔" اس نے آنکھیں رگڑیں۔

تمہارا دماغ بالکل خراب ہو گیا ہے منتہیٰ، کیا تم میرے ماضی کی طرف داری کر رہی ہو؟ یا میں نے جو گناہ کیا اسے تم غلط نہیں سمجھتیں؟" انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا، نگاہیں اس کے کملائے ہوئے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"آپ نے وہ گناہ تب کیا تھا جب آپ صرف سلیقہ بی بی تھیں، میں نے آپ کو سلیقہ مظہر اور منتہیٰ کی ماں کے روپ میں دیکھا ہے اور مائیں کبھی غلط نہیں ہوتیں۔" اس نے اتنا کہہ کر منہ پھیر لیا، وہ کچھ دیر وہیں بیٹھی رہیں پھر باہر آ گئیں۔ عبدالباری طویلے میں تھا۔ انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ وہاں سے باہر نکل آیا۔

"منتہیٰ غصے کی تھوڑی تیز ہے۔ اور ساری زندگی رشتوں کے لیے ترستے ہوئے ہی گزاری ہے اس نے، اس لیے اس کے دل میں سب کے لیے خفگی ہے غصہ ہے۔ تم اس کی باتوں کا برا مت منانا۔ وہ اسے صفائی دینے لگیں، وہ بس ہلکا سا مسکرایا۔

"اسے منا لوں گا میں، آپ پریشان نہ ہوں۔ ابھی تو کھانے کے لیے کچھ دے دیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" اس نے ان کی توجہ کا محور کھانے کو بنا دیا۔ وہ فوراً ہی باورچی خانے کی طرف گئیں۔ لیکن اسے اپنے کمرے میں بٹھانا نہ بھولیں، عبدالباری نے بڑی توجہ سے ان کے کمرے کو دیکھا، لکڑی کا پرانا سا بیڈ جو ایک کونے میں پڑا تھا۔ اس پر پتلا سا گدا اور اس پر ہاتھ سے کڑھی ہوئی سفید چادر، دوسرے کونے میں ایک طرف پرانی سی الماری رکھی تھی جس کے دروازے کا لاک بھی ٹوٹا ہوا تھا، چھوٹی سی ٹیبل جس پر ڈھیر ساری دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ اور دیوار پر سلیقہ اور مظہر کی ایک یادگار تصویر بجی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتا بستر پر بیٹھ گیا۔ دماغ منتہیٰ کے گرد گھومنے لگا۔ وہ اس قدر زچ پا تھی کہ اگر اسے حقیقت معلوم ہو جاتی تو وہ کبھی بھی اس کے ساتھ کراچی نہ جاتی، اور ظاہر ہے پھپھو اپنی لاڈلی اور اکلوتی بیٹی کے بغیر کبھی بھی اس کے ہمراہ نہ جاتیں۔ اسے کسی بھی طرح منتہیٰ کو منانا تھا لیکن کیسے؟ وہ یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ پاپا کو فون کر کے اس نے اس مشکل کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس سے یہی کہا کہ "وہ ان ماں بیٹی کے بغیر کراچی نہ آئے۔" تھوڑی ہی دیر بعد اس کی ممی کا فون آ گیا۔

"اگر وہ یہاں آنے کے لیے راضی نہیں ہیں تو کیوں زبردستی کر رہے ہو؟ تمہارے پاپا کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اب بھلا اس وقت سلیقہ کو واپس بلا کر گڑھے مردے کیوں اکھاڑ رہے ہیں۔ مومنہ کی وجہ سے پہلے ہی ہماری اچھی خاصی جگ ہنسائی ہو چکی ہے۔" وہ غصے سے بولیں۔

"مومنہ کی وجہ سے جگ ہنسائی ہوئی ہے۔ ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔" اس نے طنز کیا۔

اس کی وجہ سے اتنی ذلت اٹھانے کے بعد بھی اسے گھر واپس بلا کر لوگوں کو نئے سرے سے باتیں کرنے کا موقع کیوں فراہم کیا ہے آپ نے اور پاپا نے؟ چھوڑ دیتے اسے اس کے حال پر۔ جس کے ساتھ بھاگ کر گئی تھی رہتی اسی کے ساتھ۔ ایک مہینے میں ہی طلاق لے کر کیوں واپس آ گئی وہ؟" وہ بمشکل تحمل مزاجی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"بیٹی ہے وہ میری۔ ایسے کیسے چھوڑ دیتی؟ اس نکمے اور خالی جیب والے کے ساتھ محبت کے دو بولوں کا نشہ بھلا کتنے دن رہتا؟ سسک سسک کر زندگی گزارنے سے بہتر طلاق کا فیصلہ تھا۔ جو کہ اس نے لیا۔ اب پھر سے وہ اپنی دنیا میں ہے۔ اس ایک غلطی سے اس نے یہ سبق تو سیکھ ہی لیا کہ اپنے سے کم حیثیت کے مرد سے محبت ہو بھی جائے تو بھی اس کی خاطر ان آسائشات کو چھوڑ کر جانا نری حماقت

www.urdugem.com
CamScanner

ہے۔اور طلاق کے بعد وہ کس کے پاس رہتی؟ اتنا بڑا گھر کیا نوکروں کے لیے بنا کر رکھا ہے ہم نے؟ لوگوں کو بکواس کرنے کی عادت ہے۔وہ تو کسی کو اچھا کھاتا دیکھ لیں تو بھی دس باتیں بناتے ہیں۔ان کو کون اہمیت دیتا ہے؟" وہ فون پر بھی ان کے غصے کی شدت کو محسوس کر رہا تھا۔جوش خطابت میں وہ بھول ہی گئی تھیں کہ انہوں نے کیا کچھ کہہ دیا ہے۔

"تو جب آپ اپنی راج دلاری کے لیے دنیا کو جوتے کی نوک پر رکھ سکتی ہیں تو پاپا کو بھی پھپھو کے لیے ایسا قدم اٹھانے دیں۔انہوں نے اپنی زندگی بہت سختیوں میں گزاری ہے۔شادی کے سات سال بعد ہی مظہر انکل کا ایک کار حادثے میں انتقال ہوگیا تھا۔" اس نے اپنی کنپٹی کو دباتے ہوئے کہا۔آج کا دن اس کے لیے ذہنی اذیت سے بھرا تھا۔یہ خبر سن کر کچھ لمحوں کے لیے دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"پھپھو حیدر آباد کے ایک معمولی سے علاقے میں رہتی ہیں۔دن رات محنت کرتی ہیں۔ان کے گھر میں مرد ذات نہیں۔کئی سالوں سے اکیلی ہیں۔ پریشانیوں کے بوجھ تلے دب دب کے ان کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ وہ آپ سے بھی دس سال بڑی لگتی ہیں۔سارا دن کام کرتی ہیں وہ۔ان کے ہاتھ کسی مزدور کے ہاتھوں کی طرح سخت ہیں۔" دوسری طرف وہ اپنے بیٹے کی اس درجہ حساسیت سے سخت الجھن محسوس کر رہی تھیں۔

"یہ سب تو ہونا ہی تھا۔نہ کرتی اس مظہر سے شادی اور نہ ہی یہ حالات اس کی زندگی میں آتے۔" انہوں نے نخوت سے کہا۔

"یہ حالات اُن کی زندگی میں نہ آتے اگر پاپا انہیں اس وقت معاف کر دیتے۔" اس نے غصے سے کہا۔

"کیسے معاف کر دیتے؟ اس دور میں لوگ بھاگنے والیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔تمہارے پاپا نے تو صرف رشتہ ختم کیا تھا۔" وہ بے رحمی سے بولیں۔

"آج کے دور میں بھی بہت سے لوگ یہی کرتے ہیں۔آپ سے تو رشتہ بھی ختم نہ کیا گیا۔" وہ دوبدو بولا۔

"عبدالباری! تم اپنی ہر حد پار کر رہے ہو۔ زبان سنبھال کر بات کرو۔مومنہ ہماری بیٹی ہے۔ ابھی وہ تمہاری سرپرستی میں نہیں آئی کہ تمہارا جو جی چاہے گا تم اسے وہ سزا سنا دو گے۔۔ ہم ابھی زندہ ہیں، ہم جو مناسب محسوس کرتے ہیں ہم وہی کریں گے۔" ان کی آواز بے حد بلند تھی۔

"سلیقہ پھپھو بھی اسی گھر کی بیٹی ہیں۔وہ گھر جس میں آپ میں اور ہم سب رہتے ہیں۔اور اس گھر کا آدھا حصہ ان کے نام ہے۔آپ چاہے رشتہ رکھیں یا توڑیں۔جائداد ان کی تھی، ان کی ہے اور ان کی رہے گی!" یہ کہہ کر اس نے لائن منقطع کر دی۔

چاروں طرف گہری خاموشی تھی، صرف پنکھے کی گھوں گھوں کی آواز ہی سنائی دے رہی تھی۔یہاں اس کمرے میں اسے عجیب سا سکون ملا۔اس نے آنکھیں موند لیں، اور کچھ ہی دیر میں سو گیا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ہڑبڑا کر جاگا۔یہ ہڑبڑاہٹ بے وجہ نہیں تھی۔منتہیٰ نے اس زور سے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا کہ اس کی بھیانک آواز نے عبدالباری کو ڈرا دیا تھا۔وہ دروازے میں کھڑی تھی۔ آنکھوں میں غصہ اور چہرے پر سنجیدگی لیے۔

"اماں نے کھانا لگا دیا ہے۔آ کر کھا لو۔" اس نے پیغام دیا اور باہر جانے لگی۔

"منتہیٰ پلیز میری بات سنو۔" وہ ایک دم بیڈ سے اٹھا۔

میں منتہیٰ ہوں۔آپ کی پھپھو سلیقہ نہیں جو خون کی کشش کے آگے خود کو بے بس محسوس کروں۔مجھے آپ سے یا آپ کے خاندان سے نہ تو کوئی نسبت رکھنی ہے اور نہ ہی مجھے آپ لوگوں میں دلچسپی ہے، مجھے شیشے میں اتارنے کے لیے اپنی محنت ضائع نہ کریں۔" وہ دو ٹوک بات کر کے وہاں سے چلی گئی۔

وہ چپ چاپ اٹھ کر منہ ہاتھ دھونے لگا۔بڑے

کمرے میں پھپھو دسترخوان سجائے اس کے انتظار میں تھیں، اسے اندر آتا دیکھ کر مسکرائیں۔وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"سو گئے تھے تم؟ اتنا لمبا سفر کر کے تھک گئے ہو گے نا؟"

"نہیں پھپھو میں بالکل نہیں تھکا۔خاموشی اتنی تھی کہ نیند آ گئی۔" اس نے جھینپ کر کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ابھی تم کھانا کھاؤ۔اس کے بعد پھر سے آرام کر لینا۔" انہوں نے اس کے آگے پلیٹ رکھی اور چاول ڈالنے لگیں، دسترخوان پر کئی قسم کے کھانے موجود تھے۔اور یہ سارا اہتمام انہوں نے اکیلے ہی کیا تھا۔چہرہ تھکن سے کملایا ہوا تھا۔وہ اداس دل کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔اس کے بعد وہ باہر آ کر بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد وہ اس کے لیے کڑک سی چائے لے آئیں۔

"منتہیٰ نے کھانا نہیں کھایا؟" ان کے ہاتھ سے کپ تھامتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"وہ تو کب کا کھانا کھا چکی۔" عبدالباری کو حیرت ہوئی۔

"جتنے غصے میں وہ مجھے باتیں سنا کر گئی تھی مجھے تو لگا کہ وہ آپ کو بلیک میل کرنے کو کھانا ہی نہیں کھائے گی۔" اس کی بات سن کر وہ ہنسیں۔

"اسے مجھے بلیک میل کرنے کے لیے ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔" وہ مسکرائیں۔ایسی مسکراہٹ جو تھکن سے پر تھی۔

"میری منتہیٰ بھوک کی بہت کچی ہے۔مجھے تو یہ خوف تھا کہ کہیں وہ رمضان کے روزے بھی نہیں رکھ پائے گی لیکن ماہ رمضان کے علاوہ میں نے اسے کبھی ایک وقت کا کھانا چھوڑتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔" اس بار ان کے لہجے میں شرارت تھی۔

آپ پھپھی بھتیجا میری غیبتوں کے علاوہ بھی بہت سی باتیں کر سکتے ہیں۔" وہ کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑی غصے سے بولی۔

"تم کیا چھپ چھپ کر کئی عورتوں کی طرح ہماری باتوں کو چھپ چھپ کر سن رہی تھیں؟ اس کی زبان کو بھی کھجلی ہوئی۔اس کا چہرہ مزید پھول گیا۔اس نے شدید غصے سے اسے دیکھا۔اور برآمدے میں آ گئی۔ سر پر جوڑے کا ہم رنگ دوپٹا اوڑھے وہ کہیں جانے کی تیاری میں لگ رہی تھی۔

"اماں میں فوزیہ کے ساتھ صوبیہ کی طرف جا رہی ہوں۔" اس نے عبدالباری کی شرارت نظر انداز کر دی۔

"اس وقت؟ شام ہو جائے گی کچھ دیر میں۔ تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔" وہ پریشان ہوئیں۔

"اماں جانا ضروری ہے۔" اس کی آنکھیں ہلکی سرخ ہو رہی تھیں۔

"جہاں بھی جانا ہے مجھے بتا دو میں لے جاتا ہوں تمہیں۔" اس نے آفر کی۔

"جب تم نہیں تھے تب بھی میں باہر آتی جاتی تھی۔اب تم ہو تو بھی میں اکیلی بس یا رکشے میں سفر کر سکتی ہوں۔تم ان سے ملنے آئے ہو۔ان ہی کے ساتھ وقت گزارو اور واپسی کی راہ لو۔دوبارہ میرے منہ لگنے کی کوشش مت کرنا۔" آج تک کبھی کسی لڑکی نے اس سے اس انداز میں بات نہیں کی تھی۔اسے شدید برا لگا، بے عزتی بھی محسوس ہوئی لیکن خاموش رہا۔سلیقہ کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

"عبدالباری تم اس کی باتوں کا برا مت منانا۔اس کی طرف سے میں معذرت کرتی ہوں۔" ان کی بات پر وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

"وہ جو کچھ کر رہی ہے، ایسا رویہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔اس لیے میں نہ تو برا منا رہا ہوں اور نہ ہی آپ کو شرمندہ ہونے یا معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔ کچھ وقت لگے گا سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن جتنا بھی وقت لگے میں آپ دونوں کے بغیر یہاں سے جانے والا نہیں۔" وہ بھلا کیا کہتیں اسے، محض دیکھ کر رہ گئیں۔

☆☆☆

منتہیٰ کے لیے عبدالباری کا آنا اور گھر میں یوں بے تکلفانہ گھومنا ناقابل قبول تھا۔صوبیہ کے پاس جانا تو

www.urdugem.com

CamScanner

محض بہانہ تھا، وہ فوزیہ سے مل کر جلے دل کے پھپھولے پھوڑنا چاہتی تھی۔ ایک تو امتحانات سر پر تھے۔ بائیو کیمسٹری کی بہت ہی کم تیاری کر رکھی تھی اس نے۔ اس پر اچانک سے کزن کا برآمد ہو جانا کافی پریشان کن تھا۔ اسے یہ بھی خوف تھا کہ کہیں اماں واپس جانے کے لیے راضی نہ ہو جائیں۔ ایسا تو وہ کسی صورت نہیں ہونے دے سکتی تھی۔ اب بھی وہ اس کے بھائی کے ہاتھ سامان بھجوا کر خود اس کے گھر، اس کے کمرے میں سر پکڑ کر بیٹھی تھی۔ فوزیہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس الٹے دماغ کی لڑکی کو کیسے سمجھائے۔ منتہیٰ جب سے آئی تھی تب سے بولے ہی چلی جا رہی تھی۔

''تمہیں پتا ہے اس وقت میں ساڑھے پانچ سال کی تھی جب ابو امی کی ضد پر مجھے اور امی کو لے کر ان کے گھر گئے تھے۔ ایک بار پھر معافی مانگنے۔ امی کو اپنا میکا بہت یاد آتا تھا۔ میکے میں تھا ہی کون جس کے لیے بھاگی بھاگی جاتی تھیں وہ۔ ایک بھائی؟ جو کہ حد درجہ خود غرض ہیں۔ انہوں نے پتا ہے کیا کیا؟ ابا کو چوکیدار اور گارڈز سے دھکے دے کر باہر نکالا۔ اور امی سے کہا کہ اگر وہ یہاں واپس آنا چاہتی ہیں تو ابو سے طلاق لے لیں اور مجھے ابو کے حوالے کر دیں۔ تب وہ امی کو معاف کر کے پھر سے اپنا بنا لیں گے۔

لوگوں کو لگتا ہے کہ بچے سب بھول جاتے ہیں۔ بچے ناسمجھ ہوتے ہیں، ان کے سامنے کچھ بھی کرو، کچھ بھی کہو انہیں کیا علم کسی بات کا؟ یہ ان کی سب بڑی غلطی ہوتی ہے۔ غیر معمولی واقعات تو ذہن کی سلیٹ پر بڑی پکی روشنائی سے لکھے ہوتے ہیں جو ہمیں بڑھاپے تک یاد رہتے ہیں۔ یہ واقعہ میرے دماغ سے چپک گیا ہے۔ مجھے امی کی وہ امید بھری نظریں کبھی نہیں بھولتیں جن سے انہوں نے اپنی چڑیل بھابھی کو دیکھا تھا۔'' اس کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

''منتہیٰ منتہیٰ۔۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ تم ایسی تو نہیں تھیں۔'' فوزیہ بے چاری حیران ہی ہو گئی تھی اس نے پہلی بار اس کا یہ روپ دیکھا تھا۔ وہ ہنس پڑی۔

''ایک اور بات بتاؤں؟ جب امی روتے ہوئے ابو کی طرف دوڑ کر گئیں نا۔ تب انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ میں وہاں پیچھے رہ گئی ہوں اور تب پتا ہے کیا ہوا تھا؟'' فوزیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''تب اس نیک فرشتے عبدالباری کی ماں نے مجھے زور سے دھکا دیا تھا اور میں سیڑھیوں سے نیچے گری تھی۔ میرے سر پر چوٹ لگی۔ اس ذلت بھرے دن کے گزرنے کے چند دن بعد ہی میرا اور ابا کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ اور میں ان کی شفقت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی۔ لیکن میں زندہ رہ گئی لیکن عبرت کا نشان بن کر۔'' اس نے شدید ضبط سے کہا۔ فوزیہ نے بے اختیار ہی اسے گلے لگایا۔

''یہ ساری باتیں ماضی کی ہیں۔ تمہیں ماضی نہیں مستقبل کو سوچنا ہے، کیا کرو گی آگے؟ کب تک آنٹی محنت کرتی رہیں گی؟ وہ لڑکا تو تمہیں یاد ہی ہوگا جسے مددگار کے طور پر رکھا تھا۔ ایسے ٹھرکی اور بے ہودہ لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے۔'' وہ سمجھانے کو بولی۔

''میں جلد ہی اپنا اسٹور کھولوں گی۔'' اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''یہ نری بے وقوفی ہوگی، اس علاقے میں اتنا مہنگا سامان کوئی خریدے گا ہی نہیں۔ اگر تم یہاں کے کسی اچھے علاقے میں بھی کرائے پر ہی سہی جگہ لے لو تو اسٹور سیٹ کرنے میں ہی لاکھوں لگ جائیں گے۔ کہاں سے لاؤ گی اتنا سرمایہ؟ کیا سب کچھ بیچ باچ کر ایسی جگہ پیسا برباد کرو گی جس کا تمہیں کوئی تجربہ نہیں؟ اور کیا تم اکیلی اتنا کام کر سکتی ہو؟ تمہاری نظر کمزور ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر نے تمہیں زیادہ کام سے، اسٹریس لینے سے منع کیا ہے۔ ان سب چیزوں کو کیسے ہینڈل کرو گی؟ اپنے جیسے کاریگر کہاں سے ڈھونڈو گی؟'' اس کی ساری باتیں بالکل درست تھیں لیکن دماغ پھر بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

''چاہے مجھے سڑک پر ہی آنا پڑے۔ میں ان گھٹیا لوگوں کے گھر کسی صورت نہیں جاؤں گی۔'' اس نے ضدی لہجے میں کہا اور ایکدم اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یہاں بیٹھو میری بات سنو۔ انہوں نے تمہیں دھتکارا تھا۔ اب اگر تم انہیں دھتکار رہی ہو تو نقصان کس کا ہوگا؟ پہلے بھی تمہارا نقصان ہوا اور اب بھی تم اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار رہی ہو۔'' منتہیٰ نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

''میری بات غور سے سنو۔ دیکھو۔ تمہارے ماموں بے حد امیر ہیں اور یہ دولت صرف ان کی کمائی ہوئی نہیں ہے۔ تمہارے نانا نے بھی اپنے وقت میں بہت کمایا ہے۔ ایسا ہی ہے نا؟'' اس کے سوال پر منتہیٰ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو جو نانا نے کمایا تھا، اور جو جائداد انہوں نے بنائی تھی۔ اس میں سے تمہاری امی کو کیا ملا؟'' منتہیٰ نے جواب میں اسے انگوٹھا دکھایا۔

''ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی، بلکہ امی کی شادی کے لیے جو زیور بنوائے گئے تھے وہ سب بھی امی وہیں چھوڑ آئی تھیں۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''ہاں تو بس تم جاؤ۔ وہاں رہو اور اپنے حصے کی جائداد ان سے واپس لے کر اپنا مستقبل محفوظ کر لو۔ تمہیں اتنا تو مل ہی جائے گا کہ تم اور آنٹی بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے ہی ایک اچھی زندگی گزار سکتے ہو۔'' فوزیہ کا دماغ اتنا تیز چلتا ہوگا یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

''مائنڈ بلوئنگ آئیڈیا یار۔ لیکن اگر میں جانے کے لیے فوراً تیار ہو گئی تو اس نمونے کو مجھ پر شک ہو جائے گا۔ اس لیے مجھے کچھ دن تو اس کی بینڈ بجانی ہی پڑے گی اس کے بعد جب وہ دوبارہ مجھ سے اپنے بڑوں کے کارناموں کی معافی مانگے گا تب میں اس کے سامنے اپنا مدعا رکھوں گی اور اس کے یقین دلانے پر ہی اس کے ساتھ جاؤں گی۔ کیسا؟'' وہ ایک دم خوش ہو گئی تھی۔ فوزیہ نے بھی سکون کا سانس لیا۔

''چلو اسی خوشی میں، میں تمہیں آئسکریم کھلانے لے چلتی ہوں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔ فوزیہ نے اسے غور سے دیکھا۔ کچھ دیر پہلے کا غصہ بالکل ہی غائب ہو چکا تھا، اب وہ یوں پرسکون تھی جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

''میں جانے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سڑے ہوئے حلیے میں ہم بالکل نہیں جائیں گے۔ تیار ہو کر چلتے ہیں۔ کل ابا اپنے لیے نیا فون لے کر آئے ہیں۔ وہ ساتھ لے چلوں گی اور پھر ہم دونوں بھی پاؤٹس بنا بنا کر سر جوڑے تصویریں بنائیں گے۔ کیسا؟'' وہ کچھ زیادہ ہی پرجوش ہو گئی تھی۔

''ٹھیک ہے۔ پھر چلو تیار ہو جاؤ۔'' منتہیٰ نے فوراً ہامی بھر لی۔

☆☆☆

مغرب سے کچھ پہلے ہی وہ گھر واپس آئی تھی، اماں کو کام میں مصروف دیکھ کر اس نے ان کے ہاتھوں سے چھری لی۔

''نہیں۔ میں کر لوں گی تم جاؤ جا کر امتحانات کی تیاری کرو۔'' انہوں نے اس کے ہاتھ سے چھری واپس لے لی۔

''امی یہ چھوٹے موٹے کام تو کرنے دیا کریں مجھے۔'' اس نے ناراضی سے کہا تھا۔

''جب میں یہ چھوٹے چھوٹے کام خود کر سکتی ہوں تو تمہیں کیوں پریشان کروں میں؟''

''میں نہیں ہوتی پریشان۔''

''میں بھی پریشان نہیں ہونا چاہتی۔'' انہوں نے اس کا گال چھو کر کہا۔ وہ گہری سانس بھرتی کچن سے باہر نکل آئی۔ اس کی نظروں نے یہاں وہاں عبدالباری کو ڈھونڈا لیکن وہ دکھائی نہیں دیا۔

''یہ آپ کا بھتیجا واپس چلا گیا کیا؟'' یہاں وہاں دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''نہیں۔ اندر کمرے میں ہے۔ اسے حرارت ہو رہی تھی تو میں نے دوا دے کر اندر لٹا دیا۔'' انہوں نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

''کتنا نازک بھتیجا ہے آپ کا۔ حد ہو گئی۔'' وہ افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کمرے میں پہنچی اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا خون کھول کر رہ گیا۔ وہ

www.urdugem.com

CamScanner

اس کے کمرے میں، اس کے بستر پر دراز کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ منتہیٰ کو یوں سر پر کھڑا دیکھ کر وہ ہڑبڑا گیا۔

"مین تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ اس کی آنکھیں ہلکی سرخ ہو رہی تھیں۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے کمرے میں گھسنے کی؟" اسے سچ مچ شدید غصہ آ گیا تھا۔ یہ اس کا ذاتی کمرہ تھا، بیڈروم تھا، اس کمرے میں اس کی ہر ضرورت کی چیز موجود تھی۔ اس نے اماں کو سختی سے منع کیا تھا کہ کوئی بھی کتنا ہی اہم مہمان کیوں نہ ہو اسے اس کے کمرے سے دور ہی رکھا جائے۔

وہ کسی ہائی کلاس سے تو تعلق رکھتی نہیں تھی کہ ان باریکیوں پر غور کیا جاتا۔ اس کے ددھیال میں بھی یہی سسٹم تھا جو گھر کا سب سے اچھا کمرہ ہوتا چاہے وہ بیڈروم ہی کیوں نہ ہو، مہمان وہیں بیٹھتے۔ اماں نے بھی یہی سب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس قدر بگڑی کہ انہیں اس کی بات ماننا ہی پڑی۔ لیکن آج اسے یہاں دیکھ کر اس کا خون کھول کر رہ گیا تھا۔

"میں نہیں گھسا، مجھے پھپھو نے کہا تھا کہ میں یہاں آرام کرلوں۔" اس نے ناگواری سے کہا۔ "اور بالفرض اگر میں خود بھی اس کمرے میں آیا ہوتا تو بطور میزبان آپ کو یہ بالکل بھی سوٹ نہیں کرتا کہ اس لہجے اور اس انداز میں کسی مہمان سے بات کی جائے۔" اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنے کی کوشش کی لیکن عبدالباری نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"اب آپ یہ مت فرمایئے گا کہ میں بن بلایا مہمان ہوں۔ میرے پاس رابطے کا کوئی ذریعہ ہوتا تو یقیناً اطلاع دے کر آتا۔ اور میں یہاں اس لیے موجود ہوں کہ مجھے پھپھو نے روکا ہے، اور وہ اس گھر کی بڑی ہیں، یہ گھر بھی ان کا ہے، اگر آپ کا ہوتا تو میں یہاں ایک سیکنڈ بھی نہ رکتا۔ میں یہیں اس گھر میں رہوں گا، اس وقت تک جب تک کہ پھپھو میرے ساتھ چلنے کو راضی نہیں ہو جاتیں۔ آپ کو میری موجودگی سے تکلیف ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔" اتنا کہہ کر اس نے پلٹ کر بستر پر رکھا فون اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند سیکنڈز بعد ہی سلیقہ اس کے سر پر کھڑی تھیں۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ تم اتنی بدتہذیب ہو گئی ہو کہ گھر آئے مہمان کی عزت نفس مجروح کرنے سے بھی نہیں چوکتی؟" وہ دکھ سے بولیں۔

"ایسا کیا گناہ کر دیا تھا میرے بھائی یا بھتیجے نے جو تم نے اتنی نفرت پالی ہے؟ یہ مت بھولو کہ تم ایک ایسی عورت کی بیٹی ہو جو گھر سے بھاگی تھی۔"

"بس کردیں اماں۔ میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ یہ سب کریں۔ اور اگر آپ یہ سب کر چکی ہیں تو مجھے سر جھکا کر چلنے کا مت کہیے گا کیونکہ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ اور آپ نے بھی اپنی غلطی کا خمیازہ بھگت لیا ہے۔ اب خدا کا واسطہ دوبارہ اس بات کو میرے سامنے نہ دہرایئے گا۔" وہ چلا کر بولی۔

"میں روزانہ ایک ہی بات نہیں سن سکتی۔ تم گھر سے بھاگی ہوئی عورت کی بیٹی ہو۔ یہ طعنے دنیا دیتی ہے۔ خود مائیں نہیں دیا کرتیں۔ اور آپ۔۔ آپ نے تو بچپن سے ہی مجھے اسی ایک بات کو کلمے کی طرح یاد کروایا ہے۔ اگر اتنا ہی غم تھا آپ کو تو واپس چلی جاتیں۔ لے لیتیں طلاق ابا سے اور کر دیتیں مجھے ان کے حوالے۔ کم از کم مجھے روز یہ طعنہ تو نہ ملتا۔ وہ چیزیں پٹخنے لگی۔ سلیقہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ ایک دم کمرے سے باہر نکلیں تو سامنے عبدالباری موجود تھا۔

"پھپھو چلیں میرے ساتھ۔" اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ سلیقہ نے نہایت آہستگی سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور چلی گئیں۔ سامنے بیڈ پر منتہیٰ شدید غصے میں بیٹھی تھی۔ وہ گہرے سانس لے رہی تھی اور اپنی کنپٹیوں کو دبا رہی تھی۔ ایک بات کا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ نا صرف غصے کی بہت تیز تھی بلکہ غصہ قابو کرنے میں بھی اناڑی تھی۔ چند سیکنڈز بعد ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اسے تسلی دے لیکن وہ وہاں سے نکل آیا۔

☆☆☆

رات ہوتے ہی جب وہ بڑے کمرے میں آیا، کمرے میں اس کی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ فرش پر بڑا بھاری سا گدا بچھا تھا جس پر ایک خوبصورت رنگوں والی چادر تھی۔ وہ کپڑے بدل چکا تھا اس لیے گدے پر آ کر لیٹ گیا۔ شانزے کے صبح سے کئی میسجز آ چکے تھے، شام کو بھی وہ اسی سے بات کر رہا تھا لیکن منتہیٰ کی بچی نے آ کر ڈسٹرب کر دیا۔ وہ اب بھی اپنے دماغ کو بوجھ سے آزاد نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ ان سب سے اتنی نفرت کرتی ہو گی یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

اس کا بدتمیزانہ لہجہ، ملکیت کا حق جتاتا انداز انتہائی ناگوار گزرا تھا لیکن وہ یہ سب برداشت کرنے پر مجبور تھا۔ اسے اس عورت کو اپنے گھر میں واپس لانا تھا جس نے اس کا بچپن محبتوں سے بھر دیا تھا، انہوں نے اپنے اس بھتیجے سے بے تحاشا محبت کی تھی، یہ نام بھی انہوں نے ہی رکھا تھا۔ اس کی پیدائش کے بعد کافی عرصے تک اس کی ممی ملکہ بیگم بیمار رہی تھیں۔ اس تمام عرصے میں اور پھر اس کے بعد بھی وہ انہی کی شفقت اور محبت میں رہا۔ مومنہ بچپن سے ہی حد سے زیادہ نخریلی تھی جبکہ عبدالباری بڑا ہی پرسکون بچہ تھا، اس لیے ان کی تمام توجہ اسی پر فکس ہو گئی۔

اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس گھر میں آئی تھیں اور انہیں ذلیل کر کے نکال دیا تھا۔ جاتے ہوئے انہوں نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی کہ جب وہ بڑا ہو جائے تو انہیں ملنے ضرور آئے وہ اس کا انتظار کریں گی۔ اگلی کئی راتیں وہ اپنے اردگرد اس پکار کو گونجتا محسوس کرتا رہا۔ وہ اسے بہت یاد آتی تھیں۔ وہ رات کو اٹھ کر رونے لگتا۔ انہیں یاد کرتا، اور تب اس کی ممی سلیقہ کو کوستے ہوئے اسے ڈانٹتیں۔

بچپن کے وہ تمام مناظر اس کی پلکوں کو بھگونے لگے۔ وہ آنکھیں بند کیے اندھیرے میں لیٹا تھا۔ اسے آہٹ محسوس ہوئی۔ اور پھر کوئی اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"عبدالباری سو گئے ہو؟" ان کی نرم شفقت سے لبریز آواز اس کے کانوں میں اتری۔

"نہیں۔ جاگ رہا ہوں۔ اس کی آواز بھاری ہو گئی

"سو جاؤ۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں نیند اترنے لگی۔ اس نے ان کا دوسرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے لگا کہ وہ بہت گہری نیند سو جائے گا۔ پلکیں بے حد بھاری ہو گئی تھیں لیکن اسی وقت کمرہ ایک دم روشن ہو گیا۔ وہ آنکھیں نہ کھولتا اگر اسے سلیقہ پھپھو کی حیران آواز سنائی نہ دیتی۔

"منتہیٰ تم یہاں؟ کیا بات ہے؟" ان کے ہاتھ رک گئے تھے۔ اس نے اپنی آنکھیں زبردستی کھولی تھیں مگر اسے دیکھتے ہی نیند جیسے فضا میں تحلیل ہو گئی۔ سرخ رنگ کی چھوٹی سی قمیص اور سفید پٹیالہ شلوار پہنے بال کھولے وہ شدید غصے میں سلیقہ کو دیکھ رہی تھی۔ اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس وقت کتنی حسین لگ رہی تھی۔ عبدالباری اسے پلک جھپکائے بنا دیکھے گیا لیکن فون بھی ہاتھ میں لے لیا۔ بلاشبہ وہ بے حد حسین لگ رہی تھی لیکن اس وقت اس کے بال دونوں جانب یوں بکھرے ہوئے تھے جیسے وہ کوئی بھٹکتی ہوئی بدروح ہو۔ اس لمحے کو کیمرے میں قید نہ کرنا زیادتی تھی، تصویر کھینچنے کا کسی کو بھی علم نہیں ہوا۔

"یہ جو آپ کے لاڈلے بھتیجے ہیں نا۔ ان کا آج یہاں آخری دن نہیں ہے۔ یہ سارے لاڈ پھر کسی اور وقت کے لیے بچا کر رکھیے۔ وہ غصے سے بولی۔ اور ایک دم ان کے پاس آئی۔ عبدالباری نے ابھی بھی ان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اس نے ایک دم ہی اس کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ الگ کیا۔

"میرے خیال سے کراچی میں آپ کی ایک عدد ذاتی والدہ موجود ہیں۔ ان سے جا کر لاڈ

www.urdugem.com

CamScanner

اٹھوائیے گا۔ یہ میری امی ہیں۔ اور مجھے ان کی محبت شیئر کرنے کی بالکل بھی عادت نہیں ہے۔" وہ اس کے قریب بیٹھی غصے سے پھنکارتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ بنا کچھ بولے یک ٹک اسی کو دیکھ رہا تھا۔ سلیقہ سمجھیں کہ وہ اس کی باتوں کا برا منا گیا ہے۔

"ارے ہاتھ چھوڑو میرا۔ تم کیا جانو پھپھی بھتیجے کے لاڈ کو۔ تمہاری پھپھو تو ایک نمبر کی چنڈالنی تھیں۔ کبھی تمہیں پیار سے گود میں نہیں اٹھایا۔ سارا وقت دیوار سے لگی منگیتر سے باتیں کرتی رہتی تھی۔" انہیں اس کی حرکت پر شدید غصہ آیا تھا۔

"خدا کا خوف کریں اماں۔ وہ میری سگی پھپھو نہیں تھیں۔ ابا کی کزن تھیں۔" اسے شدید ذلت کا احساس ہوا۔

"ہاں تو میں اس کی سگی پھپھو ہوں۔ یہ پہلا بچہ ہے جس سے میں نے پہلی بار محبت کی تھی۔ شدید محبت۔" اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے انہوں نے بے حد لاڈ سے کہا۔ جلن کے مارے اس کا چہرہ کالا ہو گیا تھا۔ عبدالباری کا دل چاہا کہ وہ قہقہہ لگا کر ہنسے، اچھی خاصی جذباتی صورت حال مضحکہ خیز بن گئی تھی۔

"ہاں تو آج کے بعد بھی اسی بچے پر پیار لٹائیے گا، مجھ سے دوبارہ بات بھی مت کیجیے گا۔ وہ روتے ہوئے اٹھ کر چلی گئی۔

"لائٹ آف کر کے جانا۔" اس نے پیچھے سے آواز دی۔ جواب میں اس نے زور سے دروازہ مارا

"مجھے آج سے پہلے اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہ اتنی جیلس ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔ عبدالباری نے پھر سے ان کا ہاتھ پکڑا اور سینے پر رکھ دیا۔ ایک بے حد پرسکون نیند اسکی منتظر تھی۔

☆☆☆

شانزے کے اندر باہر بے چینی پھیلی تھی۔ اسے کچھ دیر پہلے ہی عبدالباری کی طرف سے کچھ پیغامات موصول ہوئے تھے۔ جن میں اس کی پھپھو اور ان کی بیٹی کی تصاویر تھیں۔ منتہیٰ کی تصویر نے اس کے دل کو عجیب ہی حال میں پہنچا دیا تھا۔ ایک عجیب سا خوف اس کے ارد گرد بھوت بن کر منڈلانے لگا۔ وہ خود بھی کوئی کم حسین نہیں تھی لیکن وہ عبدالباری کی فطرت سے بھی واقف تھی۔

اگر یہ لڑکی اس مزاج کی ہوئی جیسی عبدالباری کو پسند ہیں تو پھر وہ مجھ سے کسی صورت شادی نہیں کرے گا۔ کیا میں اس کے بغیر رہ سکتی ہوں؟ وہ سوچنے پر مجبور ہوئی، جواب اسے معلوم تھا لیکن پھر بھی دل کی تسلی کو اس نے ایک بار پھر خود کو ٹٹولا۔ وہ بے چینی جو منتہیٰ کی محض تصویر دیکھ کر ہی اس کے وجود میں پھیلنے لگی تھی وہ جلن ہرگز نہیں تھی۔ عبدالباری کے دور چلے جانے کا خوف تھا۔ اور یہ خوف اسے کیوں لاحق ہوا تھا؟ یہ بات اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس خیال کے آنے کا محرک جو بھی تھا مگر وہ تو بے سکون ہو چکی تھی۔ وہ اسے واپس آنے کا کہہ چکی تھی لیکن اس کا وہی جواب تھا کہ وہ ان دونوں کے بغیر کراچی نہیں لوٹے گا۔

شانزے صرف اس کی خالہ کی بیٹی نہیں تھی بلکہ اس کے بچپن کی ساتھی بھی تھی۔ دونوں نے ساتھ ہی اسکول پڑھا، ایک ہی کالج اور یونیورسٹی سے اپنی تعلیم مکمل کی اور اب وہ اپنے پاپا کا آفس چھوڑ کر اس کے پاپا کے آفس میں اس کے ساتھ ہی کام کر رہی تھی۔ اس نے اب تک عبدالباری سے اظہار محبت نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کی محبت میں مبتلا نہیں۔ اور جب تک اس کے دل میں شانزے کی محبت نہیں پیدا ہو جاتی تب تک اس سے اظہار کرنا بالکل ہی بے سود تھا۔ لیکن وہ خاموش بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ اس کی خالہ ملکہ ہی عبدالباری تک رسائی کا واحد حل تھیں۔ وہ اس کے جذبات سے واقف تھیں لیکن وہ کوئی روایتی خالہ ہرگز نہیں تھیں کہ وہ اس کی شادی زبردستی شانزے سے کر دیتیں۔ اس کی امی نے ان سے شانزے کی پسندیدگی بیان کی تھی اور یہ خواہش بھی کہ وہ عبدالباری کو اپنا داماد بنانا چاہتی ہیں۔ جواب میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر عبدالباری

کی مرضی ہوئی تو ہی وہ اس معاملے کو آگے بڑھائیں گی لیکن فی الحال وہ شادی کرنا نہیں چاہتا۔ ان کے اس جواب نے بھی اسے پریشان نہیں کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر عبدالباری مان جائے تو پھر مسئلے کی کوئی بات ہی نہ رہے۔ اسے کبھی کوئی خطرہ محسوس ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ اس نے شانزے کے علاوہ آج تک کسی اور سے گہری دوستی نہیں رکھی تھی۔ دوست اس کے بہت سے تھے۔ اچھا خاصا سرکل تھا لیکن وہ کبھی کسی کے بھی قریب نہیں ہوا۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ اس کے دل میں خوف کی گھنٹی بجی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اور کچھ نہیں سوجھا تو ملکہ کے گھر ان سے ملنے آگئی۔ اسے دیکھ کر انہوں نے بہت محبت سے اسے گلے لگایا۔ وہیں لاؤنج میں مومنہ بھی موجود تھی لیکن اسے دیکھ کر وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ شانزے کو سخت برا محسوس ہوا۔ ملکہ نے اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ لیے تھے۔

"تم جانتی تو ہو کہ مومنہ اتنے بڑے دل کی نہیں کہ وہ اس بات کو بھلا سکے۔" انہوں نے اس کی طرف داری کرنے کی کوشش کی۔

"لیکن اس معاملے میں میرا کیا قصور ہے؟ کیا اس کا شادی چھوڑ کر بھاگنا کسی بھی لحاظ سے درست تھا؟ اور وہ جانے سے پہلے ساری تفصیل بھی مجھے بتا کر گئی۔ کیا میں آپ لوگوں کی عزت کا سوچے بغیر اس سے دوستی نبھاتی؟" اسے غصہ ہی آگیا تھا۔

"لیکن پھر بھی ہم لیٹ ہو گئے۔ انہیں آج بھی بہت افسوس تھا۔"

آنٹی ہم لوگ جتنے بھی ماڈرن ہو جائیں لیکن ان معاملات میں ہمیشہ ویسے ہی رہیں گے جیسے ہمارے بڑے تھے۔ میں خاموش بھی رہ لیتی لیکن اس وقت مہمانوں سے بھی زیادہ اہم مومنہ کی سیفٹی تھی، مجھے اس کی پسند کبھی اس لائق نہیں لگی کہ اس سے بات کی جائے کجا کہ اس کے لیے گھر والوں کو چھوڑ کر جانا۔ ایسے میں، میں کیسے چپ رہتی؟" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی صفائی دے رہی تھی، اسے

مومنہ کے رویے سے بہت دکھ ہوتا تھا۔ وہ یہاں اپنا دل ہلکا کرنے آئی تھی لیکن وہ مزید بوجھل ہو گیا۔ وہ کچھ ہی دیر وہاں بیٹھی پھر کسی دوست سے ملنے کا بہانہ کر کے چلی گئی۔

ملکہ کو مومنہ پر شدید غصہ چڑھا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ اس کے کمرے میں آئیں جہاں وہ ٹی وی دیکھنے میں محو تھی۔ ان کی آمد کا بھی اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی؟ ایک مہینہ جاہلوں میں گزار کر ساری زندگی کی تربیت کو بھلا بیٹھی ہو؟" انہیں اس کے انداز پر شدید غصہ آرہا تھا۔ انہوں نے تو سوچا تھا کہ وہ غصہ قابو کر کے اسے سمجھانے کی کوشش کریں گی لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ دوسروں کے سامنے اس کے رویے اور حرکتوں کی وضاحتیں پیش کرتے کرتے وہ تھک چکی تھیں۔ ان کی بات سن کر اس نے ریموٹ نیچے پٹخا۔

"وہ جاہل نہیں تھے۔ یہ آپ کی عزیز از جان بھانجی جاہل ہے جس نے نمبر بڑھانے کے چکر میں یہ سب کیا۔" اس نے نفرت سے کہا

"اسے اس کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہے۔ وہ ایک سمجھدار اور ذمہ دار لڑکی ہے۔ تمہاری طرح شادی کے دن گھر چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں۔" اس کی اکڑ نے انہیں مزید تاؤ دلایا تھا۔ ان کے طعنے نے مومنہ کے بدن کو آگ ہی لگا دی۔

"میری مرضی کے خلاف شادی کروائیں گی تو ایک نہیں دس بار گھر چھوڑ کر بھاگوں گی۔ کیا کریں گے آپ لوگ؟" اس کی آنکھوں میں ایسی بغاوت تھی کہ ملکہ حیران رہ گئیں۔

"تمہاری مرضی کے خلاف شادی کروا رہے تھے ہم؟" انہیں اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے اس کا بازو دبوچ لیا۔ ان کی اس حرکت پر مومنہ نے تحیر سے انہیں دیکھا۔

"پورا ایک سال احمر کے ساتھ گھومتی رہی ہو تم۔ تمہاری مرضی معلوم کرنے کے بعد ہی ان نے

www.urdugem.com

CS CamScanner

رشتہ بھیجا تھا اور تم سے تمہاری رضا پوچھنے کے بعد ہی ہم نے ہاں کی تھی۔ تم شادی سے محض دو ماہ پہلے کسی گھٹیا اور مفلس شاعر کے عشق میں مبتلا ہو جاؤ اور جب ہم شادی کی ساری تیاریاں کرلیں، کارڈز بھی بانٹ دیں تب تم حقیقت سے پردہ اٹھاؤ اور کہو کہ احمر تمہیں پسند نہیں۔ تو ہم تمہیں اس کے ساتھ آسانی سے جانے دے دیں؟" وہ چیخ کر بولیں ساتھ ہی اس کا بازو جھنجوڑا۔ ان کی آنکھیں غصے کی شدت سے سرخ ہوگئی تھیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ تمہارے باپ نے تمہیں آسانی سے معاف کردیا؟ مجھ سے پوچھو، میں نے کتنی منتیں کیں، ہاتھ جوڑے واسطے دیے تب ان کے دل میں رحم آیا تمہارے لیے۔ اگر میں ہر ایک کے سامنے تمہاری طرف داری کرتی ہوں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں نے تمہارا گناہ معاف کردیا۔

ایک سلیقہ تھی جس نے مظفر سے سچی محبت کی تھی۔ اس کے لیے گھر چھوڑا بھی تو کبھی ہم سے شرمندہ رہی۔ اس دروازے پر نجانے کتنی بار سر جھکا کر آئی۔ تم نہیں جانتیں یہ بات۔ ہم نے جب اس کا رشتہ طے کیا تب اس نے صاف لفظوں میں انکار کردیا۔ لیکن تمہارے ابو نہیں مانے۔ میں نے اسے خود اپنی ان آنکھوں سے ساری ساری رات بے چینی سے چکر کاٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ رات بھر سو نہیں پاتی تھی۔ مصلے پر بیٹھ کر اس سے شادی کے لیے دعائیں مانگتی تھی۔ دن میں دس بار وہ ان کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھتی تھی کہ شاید وہ اپنا فیصلہ بدل لیں، لیکن ان کا دل پتھر ہی رہا۔ میرا دل بھی اس کی طرف سے سخت ہوگیا تھا۔ جو آج تک سخت ہی تھا لیکن تمہارا بہت شکریہ جس نے میری آنکھیں کھول دیں، شادی کے چند سال بعد ہی مظفر کا انتقال ہوگیا۔ دوبارہ اس نے پلٹ کر کسی جانب نہیں دیکھا۔ اس نے اپنی زندگی کیسے گزاری ہے جانتی ہو؟" ملکہ نے موبائل نکال کر عبدالباری کی بھیجی ہوئی تصاویر اسے دکھائیں۔ جہاں وہ جانوروں کو کہیں چارہ ڈال رہی تھیں تو کہیں دودھ دھو رہی تھیں۔ کہیں طویلے کی صفائی کرنے کے مناظر تھے۔ مومنہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"اس نے ایک غلطی کی اور آج تک وہ اس غلطی کو اپنے سینے پر بھاری پتھر کی طرح محسوس کرتی ہے۔ اور ایک تم ہو بے دید، بے لحاظ اور بے حیا۔ جسے یہ لگتا ہے کہ گھر سے بھاگ کر اور مہینے بعد طلاق لے کر کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔ اس لیے اب تمہارا جو جی چاہے گا جیسے جی چاہے گا رہو گی۔ ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اگر آج کے بعد تم نے اپنے رویے میں تبدیلی نہ دکھائی تو جس طرح پہلے تمہارے باپ نے تمہیں جائداد سے عاق کردیا تھا ٹھیک ویسے ہی وہ دوبارہ یہ حرکت کریں گے۔ اور اب کی بار ایسا ہوا تو ان کا فیصلہ کسی صورت تبدیل نہیں ہوگا۔ یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا لو تم۔"

اتنا کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئیں جبکہ وہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی۔ اپنی ماں کا یہ روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کی بولتی بالکل ہی بند ہوگئی تھی۔

ان کی ساری باتیں سچائی پر مبنی تھیں۔ اس شاعر کی باتوں کے سحر میں وہ اس طرح خود کو جکڑا ہوا محسوس کرنے لگی تھی کہ اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے اتنا بڑا قدم اٹھالیا۔ اس نے یہی سمجھا تھا کہ اس کے گھر والے زیادہ سے زیادہ کیا کریں گے؟ کورٹ میں لے جائیں گے۔ اور پھر کچھ ہی ماہ میں بات ختم ہوکر سب کچھ پہلے جیسا ہوجائے گا، لیکن اس کی سوچ کے مطابق کچھ بھی نہیں ہوا۔ وہ گھر چھوڑتے وقت ایک پھوٹی کوڑی بھی ساتھ نہیں لے کر گئی تھی، شادی کے تیسرے دن ہی اسے پیسوں کی ضرورت پڑگئی کیونکہ اس کا شوہر بہت قلیل تنخواہ پر ملازم تھا اور گھر بھی کرائے کا تھا۔ نکاح اور دو دن کے کھانے پینے میں ہی اس کی آدھی تنخواہ خرچ ہوگئی۔ مومنہ کی خاطر داری کرنا کوئی آسان کام تو تھا نہیں۔ وہ بے چارہ کیا کرتا، دوستوں سے ادھار تک نہیں ملا۔ مجبوراً اس نے

مومنہ کو ایک ہی ڈش پر گزارہ کرنے کا کہا، وہ بھی گھر کی بنی ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ ایسے حالات آئیں گے لیکن شادی کے تیسرے دن ہی سے یہ سب شروع ہوجائے گا یہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اسی لیے وہ اس کے ساتھ بینک گئی تاکہ کچھ پیسے نکلوا سکے لیکن وہاں بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کا اکاؤنٹ فریز ہوچکا تھا۔

کچھ ہی دن وہ آسائشات کے بغیر رہ سکی۔ اس کے شوہر نے کوشش کی کہ وہ اس کے لیے مزید مشکلات پیدا نہ کرے اس لیے جس طرح وہ شادی سے پہلے اپنے سارے کام خود کرتا تھا اب بھی اس نے یہ ذمہ داری اپنے ہی سر لی۔ بلکہ اس کے اکثر کام بھی وہ خود ہی سرانجام دے دیتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایڈجسٹ نہیں کرپائی۔ اور فقط ایک ماہ کے اندر ہی اس سے طلاق لے کر واپس آگئی۔ اور حیران کن بات یہ تھی کہ اسے اس سب پر ایک ذرا ملال نہیں تھا۔ ملال ہوتا بھی کیسے؟ اس کے اندر یہ حس تھی ہی نہیں۔

☆☆☆

صبح وہ ناشتا کیے بغیر ہی کالج چلی گئی۔ یہ اس کی ناراضی کا اعلان تھا، سلیقہ کو اس کی اس حرکت پر شدید غصہ آیا تھا اور اس کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد اس کے نمبر پر کال کر کے انہوں نے منتہیٰ کو خوب کھری کھری سنائی تھیں۔ جواب میں وہ کچھ بھی بول نہیں پائی البتہ کینٹین کھلتے ہی اس نے ناشتا کیا تھا اور خود ہی فون کر کے اماں کو بتا بھی دیا تھا۔

فری پیریڈ میں وہ دونوں گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں۔ منتہیٰ نے کچھ سوچتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ فوزیہ بڑے انہماک سے کتاب پڑھنے میں مصروف تھی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے کتاب چھینی۔

"پیپرز سر پر ہیں، نہ خود کچھ پڑھتی ہو نہ ہی مجھے کچھ پڑھنے دیتی ہو۔" فوزیہ نے منہ بناتے ہوئے کتاب اس کے ہاتھ سے واپس جھپٹی۔

"بات تو سن لو۔" وہ کچھ بے چین سی تھی۔

فوزیہ نے بے زاری سے کتاب بند کی اور اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے کل رات کے بعد سے یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے کچھ زیادہ ہی اوورری ایکٹ کردیا ہے۔ اس عبدالباری کی تو ایسی کی تیسی لیکن۔۔۔ اماں کو میں نے بہت پریشان کردیا ہے۔" وہ افسوس میں مبتلا ہوگئی۔

"شکر ہے تمہیں احساس تو ہوا۔ اب گھر جاؤ تو آنٹی سے معذرت کرلینا۔ انہوں نے کون سا تمہیں دو تھپڑ لگانے ہیں۔ الٹا نہال ہوجائیں گی کہ ان کی بچی کو احساس جرم ہوگیا۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تو منتہیٰ نے اسے مکا مارا۔

جب وہ گھر واپس آئی تو عبدالہادی کو کچن میں مصروف پایا۔ سارا کچن پھیلا رکھا تھا، اور وہ کوئی بدیسی ڈش بنانے میں مصروف تھا۔ اسے دروازے میں کھڑا دیکھ کر وہ کھسیا کر مسکرایا۔

"یہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے تعجب سے پوچھا اور اندر داخل ہوگئی۔ کولر میں سے پانی نکال کر گھونٹ گھونٹ پیتے ہوئے اس نے خوف زدہ انداز میں پورے کچن میں نظر دوڑائی۔ عبدالباری اس کے چہرے کے تاثرات کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کل میری امی نے آپ کی خاطر داری میں ایسی کون سی کمی چھوڑ دی تھی کہ آپ کو خود یہاں آکر کھانا بنانا پڑا؟" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"مجھے ان کی طبیعت کچھ ناساز لگ رہی تھی اس لیے میں نے سوچا کہ......" اس نے عبدالباری کی بات کاٹ دی۔

"آپ اتنا مت سوچا کیجیے۔ میں ہوں ان کا خیال رکھنے کے لیے اور یہ سب کچھ سوچنے کے لیے۔" اتنا کہہ کر وہ سلیب پر رکھی چھری اٹھانے کو آگے جھکی، اسی وقت عبدالباری بھی آگے کو ہوا۔ منتہیٰ کا سر اس کے سینے سے ٹکرایا تھا جیسے ہی وہ پیچھے ہوئی۔ اس کی

www.urdugem.com

CamScanner

شرٹ میں منتہیٰ کی نوز رنگ کالاک اٹک گیا۔

”اُف۔“ اس کے منہ سے درد بھری آواز نکلی۔ نہ وہ دور ہٹ پا رہی تھی اور نہ ہی اس مصیبت سے نجات۔

”ایک منٹ ٹک کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں نکالتا ہوں اسے۔“ اتنا کہہ کر اس نے آہستگی سے شرٹ کے دھاگے کو توڑا جس کے ساتھ وہ پھنس گئی تھی۔ دھاگا الگ ہوتے ہی منتہیٰ اس سے دور ہوئی اور ایک دم ہی کچن سے باہر نکل گئی۔ اس کے کندھے سے بیگ لٹکا تھا، سفید دوپٹے میں چمکتا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ وہ سیدھی ماں کے پاس پہنچی۔

”امی کیا ہے یہ سب؟ اب وہ کچن میں کھڑا ہو کر کھانا بنائے گا؟“ وہ سلام دعا بھول کر غصے سے بیگ بستر پر پھینکتے ہوئے بولی۔ وہ بستر پر لیٹی تھیں۔ ان کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی وہ پریشان ہو کر ان کے پاس آئی۔

”کیا ہوا آپ کو؟“ منتہیٰ نے ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھا، وہ بخار سے تپ رہی تھیں۔

”اتنا تیز بخار کیسے ہو گیا آپ کو؟“ بولتے ہوئے وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی اور سر دبانے لگی۔

”کل سے حرارت محسوس ہو رہی تھی مجھے۔ صبح اٹھی تو بخار تھا۔“ وہ نقاہت سے بولیں۔

”تو مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں کالج سے چھٹی کر لیتی۔“ وہ ناراضی سے بولی۔

تم نے صبح اٹھتے ساتھ ہی کسی سے بھی بات کیے بنا باہر کا راستہ پکڑ لیا تھا۔ ایسے میں کیا کہتی میں؟“ انہوں نے بھی غصے سے کہا۔

”جب آپ مجھے فون کر کے باتیں سنا کر ناشتا کروا سکتی تھیں تو اپنی طبیعت کا بھی بتا دیتیں۔ فوراً انھیں ڈاکٹر کے پاس چلیں۔“ اس نے ان کا بازو تھاما۔

”عبدالباری مجھے کچھ دیر پہلے ہی ہسپتال سے واپس لایا ہے۔ ڈاکٹر نے دواؤں کی پوری پوٹلی اٹھا کر دے دی ہے۔“ ان کا دل سخت بے زار تھا۔ اسی وقت وہ سوپ سے بھرا پیالہ لے کر اندر داخل ہوا۔ منتہیٰ کی نگاہوں میں تھوڑی دیر پہلے کا منظر گھوم گیا۔ اس کی طرف دیکھ بھی نہ پائی۔ اور کپڑے بدلنے کا بہانہ بنا کر ان کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

نہا کر کپڑے تبدیل کر کے وہ بال سنوارنے آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ نگاہیں آئینے پر تھیں لیکن دھیان کہیں دور بھٹک رہا تھا۔

”امی کی اتنی طبیعت خراب تھی پھر بھی انہوں نے مجھے نہیں بتایا۔ بتا کر کرتیں بھی کیا؟ میں بھلا ان کی کوئی مدد کر سکتی ہوں؟ اسی لیے تو وہ مجھے اپنا درد بھی نہیں بتاتیں۔ خدا نے ایک ہی بیٹی دی وہ بھی۔“ اس کی آنکھوں میں پانی بھر گیا۔ ایک دم ہی سارے بال سمیٹ کر اس نے دوپٹا اٹھا کر جیسے ہی اوڑھنے کو سیدھا کیا، ایک بار پھر لاک کا ہک دوپٹے کی پیکو میں اٹک گیا۔ پورے دس منٹ لگا کر اس نے اس مسئلے سے جان چھڑائی۔ کھنچاؤ کے باعث ناک بالکل ہی سرخ ہو گئی تھی۔ ایک تو پہلے ہی طبیعت مضمحل تھی اس پر اس مصیبت نے دل کو کچھ اور بوجھل کر دیا۔ دل کو سکون صرف فوزیہ سے بات کرنے سے ہی مل سکتا تھا۔ اس نے اسے میسج کیا۔

”ان دنوں مجھے اپنا وجود پھر سے ناکارہ محسوس ہونے لگا ہے۔ امی مجھے صرف اس لیے اپنی تکلیف نہیں بتاتیں کہ میں ان کی مدد نہیں کر سکتی۔“ اس نے میسج لکھ کر سینڈ کا بٹن دبا دیا۔ چند سیکنڈز بعد ہی اس کا جوابی پیغام موجود تھا۔

”وہ تمہاری امی ہیں۔ تمہاری صحت کے حوالے سے ان کی پریشانی بالکل بجا ہے، تم لوگوں کو کوئی کام والی رکھ لینی چاہیے۔ ویسے بھی تم امتحانات کے بعد فری ہو گی۔ اپنی نگرانی میں سارے کام کروانا۔ آنٹی کا کافی بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

تم صرف دو ہی لوگ ہو۔ اتنی سی دیر کے لیے تو تم کچن میں کھانا بنانے جا سکتی ہو۔ پچھلے کئی ماہ سے تمہاری طبیعت بہتر ہے۔ تم اس بارے میں سوچ سکتی ہو۔“

منتہیٰ واقعی سوچ میں پڑ گئی۔ وہ اس وقت باہر برآمدے میں بیٹھی تھی۔ اس نے اپنی کلائی سے آستین کھینچ کر اوپر چڑھائی اور جلنے کے اس نشان کو دیکھا جو آج بھی اچھا خاصا گہرا تھا۔ اس واقعے کو کافی وقت گزر چکا تھا لیکن وہ دن اسے اب بھی یاد تھا۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے آستین نیچے کر لی۔ ہلکے پیلے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس، گھٹنے پر ٹھوڑی ٹکائے وہ مختلف سوچوں میں الجھی تھی۔ تبھی اس کے پاس عبدالباری آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔ منتہیٰ کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا تھا۔

”دیکھو منتہیٰ۔ میں یہاں تمہاری یا پھپھو کی زندگی ڈسٹرب کرنے نہیں آیا۔ میری صرف ایک التجا ہے وہ مان جاؤ۔“ اس نے لجاجت سے کہا۔

”وہ ایک التجا ہی میں نہیں مان سکتی۔ تمہارے گھر والوں نے میرے باپ کو ذلیل کر کے دھکے دے کر گھر سے نکالا تھا۔ میں وہ تذلیل کبھی نہیں بھول سکتی۔“ اس نے غصے سے کہا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ محض چند لمحوں کے لیے ہی کراچی جانے کے لیے راضی ہوئی تھی۔ مگر اس کے بعد پھر سے اس کے دماغ میں وہی باتیں گونجنے لگ گئیں جو فوزیہ کے سمجھانے پر کچھ دیر کے لیے سو گئی تھیں۔

”تم بھی مجھے اچھا خاصا ذلیل کر چکی ہوں۔“ اس نے نرمی سے کہا لیکن وہ بھڑک گئی۔

”واہ۔ انصاف کا کیا معیار ہے آپ کا۔ میں نے آپ کو دھکے دے کر گھر سے نہیں نکالا نہ ہی چوکیدار اور گارڈز کے ہاتھوں پٹوایا ہے۔“ یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بھاری ہو گئی تھی۔ اس نے ایک دم رخ پھیر لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر جاتی۔ عبدالہادی فوراً ہی اس کے قدموں میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کا اس طرح قدموں میں بیٹھنا منتہیٰ کے لیے اچنبھے کا باعث تھا۔ اس نے ایک دم اپنے پاؤں سمیٹ لیے۔

”اگر تمہارے دل کو ایسا کچھ کرنے سے سکون ملتا ہے تو یہ بھی کر لو۔ لیکن پلیز ساتھ جانے سے انکار مت کرو۔“ منتہیٰ کو پھر غصہ آ گیا۔

”میں آپ کو کوئی منتقم مزاج لگتی ہوں؟ میرا دل آپ کے والدین کی طرح سخت اور بے حس نہیں۔“ وہ تپ کر بولی۔ وہ بے اختیار مسکرایا۔

”تم تو مجھے بے حد سادہ دل اور معصوم لگتی ہو۔ اسی لیے تو کہتا ہوں کہ ان سب باتوں کو چاہے نہ بھولو لیکن معاف کر دو۔ پھپھو سارا دن اتنا کام کرتی ہیں کہ ان کی مشقت دیکھ کر میرے دل کو کچھ ہوتا ہے۔“ وہ افسردہ سا بولا۔

”یہ مشقت وہ ابو کی وفات کے بعد سے کر رہی ہیں۔ عادی ہو چکی ہیں وہ ان کاموں کی۔ آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی زندگی کا مشکلات سے بھرا دور گزار چکے ہیں۔ اب ہمیں کسی کی ضرورت نہیں۔“ اس نے اجنبیت بھرے لہجے میں کہا۔ عبدالہادی نے گہری سانس بھری۔

”انسان کی زندگی سے کبھی بھی مشکلات ختم نہیں ہوتیں، ان کی نوعیت بدل جاتی ہے لیکن پریشانیاں آخری سانس تک ساتھ رہتی ہیں۔“ اس کے فلسفے پر منتہیٰ کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

”مشکلات اب بھی موجود ہیں۔ گھر کے کام بھی اور باہر کے کام وہ اکیلی ہی کرتی ہیں۔ میں نے تو سنا تھا کہ مڈل کلاس لڑکیاں جوان ہوتے ہی ماؤں کا سہارا بن جاتی ہیں لیکن میں کل سے دیکھ رہا ہوں کہ تم ان کا ہاتھ بٹانے کے بجائے الٹا ان سے اپنی خدمت کروا رہی ہو۔ چہرے اور وزن کو دیکھا جائے تو اچھی خاصی صحت مند ہو۔ یہ تمام کام اکیلے کر سکتی ہو۔“ وہ انتہائی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا، لیکن آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔ منتہیٰ کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔

”میری صحت اور چہرے کی چمک سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں ہے، اور میری اماں کے زیادہ ہمدرد بھی مت بنیے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں اپنی زندگی کیسے گزارنی ہے۔“ اسے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کو ہلکا

www.urdugem.com

لے گی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے انجانے میں ہی سہی اس کی دکھتی رگ کو چھیڑ دیا ہے۔ منتہیٰ کے چہرے کے بدلتے رنگ نے اسے حیران کیا۔

''ارے میں تو مذاق کر رہا تھا۔ خیر لڑنے کے لیے پوری زندگی موجود ہے۔ تم اس بارے میں سوچو اور جواب مجھے ہاں میں ہی چاہیے۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کچھ ہی دن بعد میرے امتحانات شروع ہو جائیں گے اور اس دوران میں کسی بھی قسم کی بے ترتیبی نہیں چاہتی۔ آپ کراچی واپس چلے جایئے۔ امتحانات ختم ہو جائیں گے تو میں اس بارے میں سوچوں گی اور اگر میرا دل راضی ہوا تو میں آپ کو اطلاع کردوں گی۔ ڈرائیور کو بھیج دیجیے گا۔'' اس نے بات ختم کی۔

''میں تمہارے جھوٹے دلاسوں کے ساتھ واپس نہیں جاؤں گا۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ اس کے لہجے اور آنکھوں میں کچھ تو ایسا تھا کہ وہ ایک دم ٹھٹھک کر رک گئی۔ اس نے عبدالباری کی آنکھوں میں دیکھا لیکن چند سیکنڈز میں ہی اسے رخ پھیرنا پڑا۔ ایک عجیب سی کیفیت نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔ وہ فوراً ہی کمرے میں گھس گئی۔

☆☆☆

رات ہوچکی تھی۔ آج تیسرا دن تھا لیکن عبدالباری ان کے ساتھ ان کے گھر موجود تھا۔ سلیقہ کی طبیعت قدرے بہتر تھی لیکن اس نے انہیں بستر سے اٹھنے بھی نہیں دیا تھا۔ فوزیہ اس دوران دو دفعہ آئی تھی اور عبدالباری نے اسی کے ذریعے اس کے ابو سے ملاقات کی اور جانوروں کو سنبھالنے کے لیے ایک لڑکے کو بلوالیا۔ ان کا بھی دودھ کا کاروبار تھا، باڑے میں سے ہی انہوں نے لڑکے کو بھیج دیا۔

اسی نے سارا کام کیا تھا، لیکن عبدالباری اس کے سر پر کھڑا رہا اور ہر کام اپنی نگرانی میں کروایا۔ گھر کی صفائی اور برتن وغیرہ کا کام فوزیہ نے ہی دیکھا۔ منتہیٰ کی بھی طبیعت ناساز تھی، اس نے اسے بھی بستر پر بٹھا دیا۔ فوزیہ جیسی دوست کا ہونا بھی کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی دن بھر کے واقعات ہی سوچ رہی تھی۔

عبدالباری اتنا اچھا کک ہوگا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ کل اسے سوپ بناتے دیکھ کر وہ یہی سمجھی تھی کہ اسے اسی قسم کی ایک دو چیزیں بنانا آتی ہوں گی۔ لیکن آج کے دن اور رات کے کھانے کو دیکھ کر وہ بے حد حیران ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے سلیقہ کو کھانا کھلایا تھا اور وہ نجانے کتنی ہی دیر اس کے گلے لگ کر روتی رہی تھیں۔ منتہیٰ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ دل تھا کہ عبدالباری کی بات ماننے کو راضی تھا، دماغ تھا کہ اسے اس بات سے باز رہنے کو کہہ رہا تھا۔ اس نے تھک کر ساری توجہ کتاب پر رکھ دی۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب بھول بھال کر پڑھنے میں مگن تھی۔ سلیقہ کافی دیر پہلے سو چکی تھیں۔ عبدالباری بھی اپنے کمرے میں تھا۔ رات ایک بجے اسے نیند نے پریشان کرنا شروع کردیا تھا۔ اب اسے صرف ایڈمٹ کارڈ لینے ہی کالج جانا تھا۔

وہ کافی بنانے کا سوچتی ہوئی اٹھی اور کمرے سے باہر آئی۔ آج بھی اس نے سرخ چھوٹی سی قمیص اور سفید شلوار پہن رکھی تھی۔ بال البتہ چوٹی میں قید تھے۔ کچن کی لائٹ آن تھی۔ اندر جھانکنے پر اسے عبدالباری دکھائی دیا جو کہ چائے بنا رہا تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی مسکرایا۔

''میں نے تمہارے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی تو سوچا تمہارے لیے چائے بنادوں۔'' خیرسگالی کے اس انداز پر بھی وہ سنجیدہ رہی۔

''لیکن میں چائے نہیں کافی بنانے کے لیے آئی تھی۔'' وہ اندر آگئی، اس کی لمبی چوٹی کمر پر جھول رہی تھی۔ عبدالباری کا دل چاہا اس کی چوٹی کو اس زور سے کھینچے کہ اس چھپکلی نما لڑکی کی ساری اکڑ نکل جائے لیکن وہ ایسا کر نہیں پایا۔

''میں بھی کافی بنانے ہی آیا تھا لیکن کافی ختم ہو چکی ہے۔'' اس نے اطلاع دی۔

''کافی کیسے ختم ہو گئی۔؟''

''میں نے پی لی۔'' اسے لگا تھا کہ اب منتہیٰ اسے باتیں سنائے گی لیکن خاموش رہی۔ وہ اس بے ضرر انسان سے بھلا کتنے دن لڑ سکتی تھی۔ خاموشی سے کچن سے باہر نکلنے لگی۔

''ایک بات بتاؤ۔ یہ تمہارا نائٹ ڈریس ہے؟'' اس کے سوال پر منتہیٰ نے کچھ ایسی نظروں سے اسے دیکھا کہ وہ ایک دم چپ ہو گیا۔

''یہ چائے......'' اس نے ایک دم ہی گرما گرم چائے کا کپ اس کے سامنے کیا۔ وہ بنا کچھ بولے کپ لے کر چلی گئی۔

رات تین بجے تک وہ بمشکل جاگ پائی۔ ایسا سوئی کہ صبح دس بجے جاگی۔ جاگتے ہی اس نے جلدی سے ناشتا کیا اور پھر سے پڑھائی میں مصروف ہو گئی۔ اسے علم نہیں تھا کہ کام والی بھی ارینج ہو چکی ہے۔ جب وہ اسے کافی دینے آئی تب اسے اس بات کا علم ہوا۔ وہ کمرے سے باہر آگئی۔ سلیقہ عبدالباری کے سر میں تیل لگا رہی تھیں۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے امی؟'' وہ ان کے پاس آکر بیٹھی۔ انداز میں ناراضی تھی۔

''کیا ہوا بیٹا؟'' آج وہ کافی فریش لگ رہی تھیں۔

''پہلے جب میں آپ سے کہتی تھی کہ کام والی رکھ لیں، تب تو آپ سو بہانے بناتی تھیں، اب ایک دن میں یہ کایا پلٹ کیسے؟'' اس نے عبدالباری کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ جب سلیقہ اسے توجہ دیتیں یا اس کی بات مانتیں تو منتہیٰ کو شدید جلن محسوس ہوتی تھی۔ اس نے کبھی کسی سے اپنی امی کو بانٹا نہیں۔ تھا۔ اس لیے ان کے لاڈ اسے سخت طیش دلاتے تھے۔

''میں نے عبدالباری کو بھی منع کیا تھا لیکن وہ نہیں مانا۔'' انہوں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بہت محبت سے کہا۔ اس کی جان مزید جل گئی۔ لیکن بنا کچھ کہے کمرے میں واپس چلی گئی۔

''یہ آپ کی بیٹی اتنی جل ککڑی کیوں ہے؟'' اسے جاتا دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''میری بیٹی بہت پیاری ہے۔'' انہوں نے اس کی تعریف کی۔

''اس میں تو کوئی شک نہیں۔'' اس نے آہستگی سے کہا اور کھڑکی سے دکھائی دیتی منتہیٰ پر نگاہیں جمادیں۔ وہ کمرے میں یہاں سے وہاں چکرا رہی تھی۔ ہاتھ میں بے حد موٹی کتاب پکڑی تھی اور آنکھیں موندے کچھ دہرانے میں مصروف تھی۔ وہ اسے دیکھے گیا۔ سلیقہ کی نگاہ اچانک ہی اس پر پڑی، وہ مگن سا اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

''عبدل بیٹا۔ ہو گئی مالش۔ اب تم آرام کرو۔'' وہ تیل کی شیشی بند کرتے ہوئے بولیں۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ جاتے ہوئے ایک بھرپور نگاہ منتہیٰ پر ڈال کر ہی اس نے قدم بڑھائے تھے۔ سلیقہ کے چہرے پر پریشانی کی پرچھائیاں پھیلنے لگیں۔

''کیا عبدالباری منتہیٰ میں دلچسپی لے رہا ہے یا پھر محض یونہی اس کی طرف متوجہ ہو گیا؟ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور سوچے مجھے اسے منتہیٰ کی بیماری کے بارے میں بتا دینا چاہیے۔ ابھی وہ ان ہی سوچوں میں الجھی تھیں کہ وہ آگئی۔

''اماں۔ میری گولیاں ختم ہو چکی ہیں۔ آپ جا کر لے آئیں پلیز۔ میں خود چلی جاتی لیکن ابھی پڑھنے میں مصروف ہوں میں۔'' اس نے عذر بتایا۔ انہوں نے محض سر ہلایا۔

''کیا بات ہے امی؟ آپ پریشان کیوں ہیں؟'' اس نے فوراً ہی ان کی پریشانی بھانپ لی تھی۔

''میں پریشان نہیں ہوں۔ دو دن سے طبیعت کی خرابی کی وجہ سے کام وام نہیں کیا تو بدن سست ہو رہا ہے۔ تم جاؤ کمرے میں۔ میں لے آتی ہوں۔'' وہ چارپائی سے اٹھتے ہوئے بولیں۔ وہ اندر چلی گئی۔ وہ چادر اوڑھ کر باہر جانے کو تیار تھیں جب عبدالبازی

www.urdugem.com

CS CamScanner

کی نظران پر پڑی، وہ فوراً ان کے پاس آیا۔

"کہاں جارہی ہیں آپ؟" اس نے استفسار کیا۔

"منتہیٰ کی دوائیں ختم ہوگئی تھیں وہ لینے جارہی ہوں۔" وہ آہستگی سے بولیں۔

"آپ مجھے بتائیں میں لے آتا ہوں۔" انہوں نے کچھ سوچ کر پرچی اس کے حوالے کی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ دواؤں کے شاپر کے ساتھ موجود تھا۔ سلیقہ نے اس کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ بالکل نارمل تھا۔ اس نے ان کے ہاتھ میں شاپر تھمایا۔ اس کے کان سے موبائل لگا تھا، اس نے سلیقہ کو ہاتھ کے اشارے سے جانے سے روکا۔

"ابو آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے موبائل ان کی طرف بڑھایا۔ سلیقہ نے کانپتے ہاتھوں سے فون تھاما تھا۔ وہ منتہیٰ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے دوائیں ٹیبل پر رکھ دیں۔ سلیقہ چارپائی پر بیٹھی روتے ہوئے ان سے بات کررہی تھیں۔ تقریباً دس منٹ تک ان کی گفتگو ہوئی۔ اور پھر فون بند ہوگیا۔ نجانے کتنے سالوں بعد انہوں نے اپنے بھائی کی آواز سنی تھی۔ اس میں وہی شفقت اور محبت تھی جو کسی زمانے میں ان سے بات کرتے ہوئے ازخود ان کے لہجے میں بھر جاتی تھی۔ انہیں مظفر سے شادی کرنے کا کبھی ملال نہیں ہوا، وہ بلاشبہ بہت اچھے انسان تھے۔ لیکن اس دن سے آج تک گھر چھوڑنے کا ملال، اپنی من مانی کرنے کا ملال ان کی نگاہوں کو اٹھنے نہیں دیتا تھا۔ وہ نظریں جھکائے آنسو صاف کرنے لگیں، عبدالباری نے انہیں کچھ بھی نہ کہا، نہ ان سے کچھ پوچھا۔

"ابو کہہ رہے ہیں کہ آپ جلد از جلد کراچی آجائیں۔" اس نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"منتہیٰ کے پیپرز ہیں، میں ابھی نہیں جاسکتی۔" انہوں نے مسئلہ بتایا۔

"منتہیٰ کے ایگزامز میں ابھی کافی دن ہیں۔ اور پیپرز بھی اچھے خاصے دن چلیں گے پھر پریکٹیکلز۔ اس میں کافی وقت لگ جائے گا۔

"اگر تمہیں کراچی میں کوئی کام ہے تو تم چلے جاؤ۔ میں تمہیں فون کرکے دوبارہ بلالوں گی۔" ان کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ وہ چونک گیا۔

"میں نے آپ سے ملنے کے لیے بہت سال انتظار میں گزارے ہیں۔ اب میں مزید انتظار کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ آپ کو چلنا ہوگا میرے ساتھ۔ آج ہی۔ منتہیٰ سے میں بات کرلوں گا۔ سمجھاؤں گا اسے۔ وہ مان جائے گی۔" اس نے اس قدر وثوق سے کہا کہ ان کے اندر باہر بے چینی پھیل گئی۔

"وہ پڑھائی کے معاملے میں کوئی سمجھوتا نہیں کرے گی۔"

"میں نے اس سے ایسا کچھ کہنا بھی نہیں ہے۔ گھر میں ذاتی گاڑی ہے، ڈرائیور ہے۔ پیپرز دینے میں اسے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔" چار گھنٹوں کا ہی تو راستہ ہے۔ وہ سب کچھ سوچ کر بیٹھا تھا۔ سلیقہ خاموش ہوگئیں۔

"تم اس سے بات کرلو، اگر وہ مان گئی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ زبردستی مسکرائیں۔ عبدالباری کی بے چینی ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھی۔ اس کے یہ انداز سلیقہ کے لیے کافی پریشان کن تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ عبدالباری یا منتہیٰ ایک دوسرے میں دلچسپی لیں۔ عبدالباری لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس کے روبرو تھا۔ وہ کچن میں تھی تاکہ کچھ کھا سکے۔ ان دو دنوں اس نے اپنے فریج میں موجود سارے اسٹاک کو خرچ کردیا تھا۔ جب وہ پڑھتی تھی اس دوران اسے بہت بھوک لگتی تھی۔ ہر گھنٹے وہ کچھ نہ کچھ کھاتی اور پیتی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ پھل کاٹ رہی تھی کہ اس کی آواز پر چونکی۔

"بولو۔" منتہیٰ نے چھری نیچے رکھ لی۔

"میں آج کراچی واپس جارہا ہوں۔ لیکن پھپھو اور تم بھی میرے ساتھ چلو۔" منتہیٰ نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ خراب ہوگیا ہو۔

"میں نے جانے کی ہامی نہیں بھری اب تک۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔

"لیکن تمہیں ہامی بھرنا پڑے گی۔" وہ بہت سنجیدہ تھا۔

"کیوں؟" منتہیٰ کو یہ حاکمانہ انداز بے حد ناگوار گزرا لیکن اس نے آرام سے سوال کیا۔

"میں جب پھپھو کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تو ڈاکٹر نے خون کے کچھ ٹیسٹ لکھ کردیے تھے جن کی رپورٹس ٹھیک نہیں آئیں۔"

"ک۔ کیا مطلب۔ کیا آیا ہے رپورٹس میں۔" وہ ایک دم گھبراگئی۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔

"منتہیٰ ریلیکس۔ تم اتنا کیوں گھبرا رہی ہو؟" وہ ایک دم کرسی پر بیٹھ گئی۔ عبدالباری نے اسے پانی دیا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنے کمزور اعصاب کی ہوگی۔

"منتہیٰ تم ایک دم اس طرح خوف زدہ کیوں ہوگئیں؟ رپورٹس ٹھیک نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بلڈ رپورٹ ہیپاٹائٹس کی شکایت دکھارہی ہے۔ کنفرم کرنے کے لیے ہم کچھ مزید ٹیسٹس کروانے ہوں گے اس لیے میں نے کراچی جانے کا کہا ہے۔ مجھے علم ہوتا کہ تم ایسے ری ایکٹ کروگی میں تمہیں کبھی نہ بتاتا لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ سچ جانے بغیر تم ساتھ نہ چلتیں۔" وہ اسے تمام تفصیل بتا کر اس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے چہرے پر پسینہ چمک رہا تھا۔ اور ہاتھ اب بھی کانپ رہے تھے۔

"میں جانے کے لیے تیار ہوں، ابھی مجھے پڑھنا ہے۔" وہ اتنا کہہ کر کچن سے نکل گئی اور کمرے میں جاتے ہی دوائیں نکال لیں۔ وہ دوا لینا بھی بھول گئی تھی۔ گولیاں کھا کر وہ بستر پر بے جان سی لیٹ گئی۔ آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

سلیقہ اکثر بیمار رہتی تھیں، سینے میں جلن ہوتی تو دودھ کے ساتھ روٹی کھالیتیں، بخار محسوس ہوتا تو اسے تھکن سے جوڑ کر بخار کی دوا کھالیتیں۔ اگر وہ انہیں زبردستی ہسپتال نہ لے کر جاتا تو نہ ہی خون کے ٹیسٹ ہوتے اور نہ ہی انہیں اس بارے میں کچھ پتا چلتا۔ اسے خود پر شدید غصہ آرہا تھا۔ وہ کیوں اتنی لاپروا ہوتی جارہی تھی؟ اپنی بیماری کو اتنا سر پر سوار کرلیا تھا کہ ماں کی فکر ہی ذہن سے نکل گئی۔ وہ افسوس میں مبتلا آنکھیں صاف کرتی اٹھی تو سامنے سلیقہ کو کھڑے پایا۔

"تم جانے کے لیے راضی کیسے ہوگئیں؟" وہ مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں لیکن اس نے غور ہی نہیں کیا۔

"آپ اپنے بھائی کو اتنا یاد کرتی ہیں۔ بھتیجے کی محبت میں آنسو بہاتی ہیں، ایسے میں، میں بے وجہ دیوار کیوں بنوں؟ امتحانات اتنے بھی ضروری نہیں۔ میں وہاں جاکر کچھ اور پڑھ لوں گی۔" اس نے ایک ہی سانس میں سب کہہ دیا۔ سلیقہ اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"مجھے تم اس وجہ کے ساتھ مطمئن نہیں کرسکتیں۔" منتہیٰ کو نگاہ چرانی پڑی۔ اس کا انہوں نے کچھ اور مطلب لیا۔

"منتہیٰ۔ ایک بات یاد رکھنا۔ تمہارا نکاح بلال سے ہوچکا ہے، اور یہی بات تم ہر اس شخص کو بتاؤ گی جو تمہارے قریب آنے کی کوشش کرے گا۔ ان کی تنبیہ پر اس نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا، لیکن خاموش رہی۔

"تم جاؤ، جاکر فوزیہ سے مل لو اور اس کے بابا سے کہو کہ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔" وہ وہاں سے اٹھ آئی۔ رات تک سلیقہ نے تمام تر چیزیں، سامان اور جانور فوزیہ کے والد حوالے کیے۔ سب ان کے اس طرح اچانک جانے کے فیصلے پر بے حد اداس ہوگئے تھے۔ فوزیہ تو ان سے الوداع کہتے وقت باقاعدہ رونے لگ گئی تھی۔ آخر بچپن کا ساتھ تھا۔ صبح سویرے وہ حیدرآباد سے کراچی کے لیے

www.urdugem.com

CamScanner

نکلے۔ منتہیٰ اتنی اداس تھی کہ اس نے ناشتا بھی نہیں کیا، تمام راستے وہ آنسو پونچھتی رہی۔ عبدالباری شیشے سے اسے وقتاً فوقتاً دیکھتا رہا۔ اس نے راستے میں کئی بار گاڑی روکی، اسے کھانے کا کہا لیکن اس نے انکار ہی کیا۔ دل پر ایک عجیب سی مردنی چھائی تھی۔ وہ مستقبل سے بے خبر ماں کی بیماری اور بچپن کے ساتھیوں سے دوری پر شدید رنجیدہ تھی۔

☆☆☆

ان کا استقبال نہایت شاندار طریقے سے ہوا تھا۔ منظور صاحب نے جب سلیقہ کو دیکھا تو بہت دیر تک وہ انہیں پہچان ہی نہ پائے۔ کملائی رنگت۔ بے رونق آنکھیں، اگر وہ اتنی طویل ناراضی نہ رکھتے تو آج وہ ان سے اس حال میں نہ مل رہے ہوتے۔ عبدالباری نے انہیں ان کی رپورٹس کے بارے میں بھی بتادیا تھا۔ منتہیٰ کو دیکھتے ہی انہیں سلیقہ کی جوانی یاد آ گئی۔ وہ ہو بہو ماں جیسی تھی۔

مومنہ اور ملکہ نے ان کے گھر اور رہن سہن کی تصاویر دیکھی تھیں، انہیں یہی لگا تھا کہ وہ اتنے بڑے گھر کو دیکھ کر مرعوب ہوگی یا کم از کم وہ خود کو کنفیوز محسوس کرے گی لیکن وہ۔۔۔ ان سے نہایت تکلف سے ملی۔ وہ ان کے ہمراہ اندر آئی اور ایک سرسری نگاہ ڈال کر ایک طرف خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔

منظور اسے کسی بات میں شامل کرتے تو وہ جواب دے دیتی ورنہ وہ خاموش ہی رہتی۔ کچھ ہی دیر بعد ناشتا لگا دیا گیا۔ لیکن اس سے پہلے انہیں ان کے کمرے دکھا دیے گئے تھے۔ اس نے جاتے ساتھ شاور لیا اور کپڑے تبدیل کیے۔ بال سکھا کر اس نے انہیں کھلا ہی چھوڑ دیا۔ ناشتے کے دوران مومنہ اس کے مشاہدے میں مصروف رہی اور اسے یہ ماننا پڑا کہ اس کی پھپھو نے اسے تمام آداب بڑے اچھے طریقے سے سکھائے تھے۔ منتہیٰ کے کپڑے بھی اسے حیران کر رہے تھے۔ ناشتے کے بعد وہ عبدالباری کے پاس پہنچی۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھا اور سونے کی خواہش رکھتا تھا۔ مومنہ کو دیکھ کر بھی اس نے کوئی رسپانس نہیں دیا اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"تم نے جو تصاویر بھیجی تھیں، انہیں دیکھ کر تو لگا تھا کہ دونوں کی زندگی بہت مشکل میں گزر رہی ہے۔" اس نے آتے ساتھ ہی بات شروع کر دی، باری کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے بات کرے لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے مومنہ کی طرف دیکھا۔

"تو تمہیں کچھ ہی گھنٹوں میں ان کی زندگی میں کیا بہتری اور آسانی دکھ گئی؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ مومنہ کو امید نہیں تھی کہ وہ اسے جواب دے گا، وہ فوراً ہی اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"تم نے اسے ناشتا کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اتنی تمیز اور ترتیب کے ساتھ تو کبھی ہم نے ناشتا نہیں کیا۔ کیا اسٹائل تھا چھری کے استعمال کا، اور اس کے کپڑے دیکھے ہیں؟ کتنے بہترین ہیں۔ یہ تو بالکل بھی کسی ایسے ویسے علاقے کی رہائشی نہیں لگتی۔" اس کی حیرت ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی عبدالباری کے ہونٹ پھیل گئے۔

"زندگی میں مشکلات کا تعلق صرف پیسے کی کمی سے مشروط کرنا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں اور نہ ہی چھری کانٹے سے کھانا کھانا تمیز یا تہذیب کا اظہار ہے۔ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھانے کے آداب پھپھو کے علاوہ بھلا کون سکھائے گا اسے؟

اس پرانے زمانے کے گھر میں رہتے ہوئے بھی منتہیٰ کے کمرے میں ضرورت کی ہر وہ چیز موجود تھی جو تمہارے یا میرے کمرے میں ہے۔ پھپھو نے اسے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا تھا۔ وہ سارا دن محنت صرف اس لیے کرتی ہیں کہ تاکہ منتہیٰ کو ہر سہولت دے سکیں۔ وہ اکیلے پورے گھر کو اور اپنے اس کاروبار کو سنبھالتی تھیں۔ انہیں پیسوں کی کمی نہیں ہے، تحفظ اور تعاون کی کمی ہے۔ اس نے تفصیل سے جواب دیا۔ مومنہ چپ ہو گئی۔

"اور ہاں ایک بات یاد رکھنا، تمہارے یہ گھر چھوڑ کر جانے کی داستان منتہیٰ کو مت سنانا۔ وہ بہت مشکل سے کراچی آئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ دوبارہ وہاں جائے۔" اس نے تنبیہ کی اور لیٹ گیا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب آپ یہاں سے تشریف لے جا سکتی ہیں۔ وہ اس کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

منتہیٰ اسے مغرور سی محسوس ہوئی حالانکہ وہ خود بھی کسی سے جلدی گھلتی ملتی نہیں تھی لیکن پھر بھی نجانے اسے کیوں لگا کہ وہ آتے ہی اس کے گلے کا ہار بن جائے گی۔ کچھ بھی اس کی سوچ کے مطابق نہیں ہوا تھا۔ مزید اس کے بارے میں سوچنے کا ارادہ کیے بغیر وہ ابھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ نیچے لاؤنج میں اسے شانزے بیٹھی دکھائی دی۔ اس کے سامنے والے صوفے پر منتہیٰ بیٹھی تھی۔ دونوں خوش گوار انداز میں ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں، مومنہ کو ایک دم ہی غصہ آ گیا اور وہ سیدھا کمرے میں گھس گئی۔

اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا کرسکتی تھی۔

☆☆☆

شام پھیلی تو اس نے لان میں قدم رکھا۔ صبح جب وہ گھر کے اندر داخل ہوئی تب ذہن عجیب و غریب سوچوں کے جال میں قید تھا۔ وہ کسی بھی طرف توجہ دینے سے قاصر رہی تھی۔ مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا۔ موسم اچھا خاصا خوش گوار تھا۔ آسمان پر بادل بھی چھائے تھے۔ وہ یوں ہی مالی بابا کے قریب آ گئی۔

"میں نے تو سنا تھا کہ کراچی میں بارشیں بہت کم ہوتی ہیں لیکن دیکھیں آسمان تو کالے بادلوں سے بھرا پڑا ہے۔" اس نے بات کرنے کی غرض سے کہا۔ اسے بوڑھے لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے اور وقت گزارنے میں بہت مزا آتا تھا۔

"بیٹا یہ کراچی ہے۔ یہاں صرف بادل آتے ہیں اور اپنی جھلک دکھا کر واپس چلے جاتے ہیں۔ کئی بار تو ایسے زور سے بجلی کڑکتی ہے۔ چاروں طرف گہرا اندھیرا چھا جاتا ہے لیکن بارش۔۔۔ صرف اتنی سی برستی ہے۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑے پائپ کے منہ کو آدھے سے زیادہ ہاتھ سے بند کیا، پانی ایک پتلی دھار کی صورت بہنے لگا۔ وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنسی۔ اوپر ٹیرس پر کھڑا عبدالہادی اسی کی جانب ہی متوجہ تھا۔ اسی وقت اچانک منتہیٰ کے گال پر پانی کا قطرہ گرا۔

"یہ دیکھیں مالی بابا۔ بوندا باندی ہو رہی ہے۔" وہ چلا کر خوشی سے بولی۔

کچھ ہی دیر میں اچھی خاصی بارش برسنے لگی۔ مالی بابا حیران ہی رہ گئے اور موٹر بند کرنے کے لیے چلے گئے۔ وہ وہیں کھڑی بارش میں بھیگتی رہی۔ مومنہ نے جب کھڑکی سے برستی بارش کو دیکھا تو وہ بھی باہر دوڑ آئی۔ وہ دونوں بھیگنے لگیں مگر یہ خوشی محض پندرہ منٹ کی ہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی بارش ہلکی ہوئی اور پھر ایک دم رک گئی۔

"یہ کیا ہوا؟" وہ حیران تھی۔

"یہاں ایسی ہی بارش ہوتی ہے۔" مومنہ نے ہنستے ہوئے کہا اور اندر چلی گئی۔ منتہیٰ کا موڈ خراب ہو گیا تھا، اس کی نظر اب تک عبدالہادی پر نہیں پڑی تھی۔ وہ منہ بناتی گھر کے اندر چلی گئی۔ کپڑے بدل کر ابھی وہ بستر پر بیٹھی ہی تھی کہ ملازمہ کافی لے آئی۔

"تم سے کس نے کہا کہ مجھے کافی پینی ہے؟" ملازمہ کے ہاتھ سے کپ لیتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"چھوٹے صاحب نے بنا کر بھیجی ہے۔"

ملازمہ کے جواب پر اس نے کوئی بھی ری ایکشن ظاہر کیے بغیر کپ تھام لیا۔ سلیقہ اسی وقت کمرے میں داخل ہوئیں۔ انہوں نے ملازمہ کی بات سن لی تھی۔ اسے بھیج کر وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔ ان کے چہرے کے نقوش تن گئے تھے۔

"میں ایک بات سوچ رہی تھی۔" انہوں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کی ابتداء کی۔

"تمہارے پیپرز سر پر ہیں۔ پھر روز اتنے

www.urdugem.com
CamScanner

گھنٹوں کا سفر کہیں تمہیں بیمار نہ کردے۔ تم ایک کام کرنا پہلے پرچے کے دن تم فوزیہ کے ساتھ اس کے گھر چلی جانا اور امتحانات مکمل ہونے تک وہیں رہ کر تیاری کرنا۔" انہوں نے ابھی بات مکمل کی بھی نہیں تھی کہ خوشی سے اسکی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"میرے دل میں بھی کل سے یہی بات چل رہی تھی۔ اور سچ پوچھیں تو مجھے گھر اور وہ سب لوگ بہت یاد آرہے ہیں۔" اس نے اداسی سے کہا۔ اداس تو وہ بھی تھیں۔ ایک عرصہ گزارا تھا ان کے ساتھ۔ مظفر کے جانے کے بعد ان کی سب سے زیادہ مدد اسی خاندان نے کی تھی۔ اور منتہیٰ کو ماں کے بعد سب سے زیادہ پیار بھی اسی گھر سے ملا۔ منتہیٰ کا اس گھر سے بے حد گہرا قلبی رشتہ تھا۔

کافی پی کر اس نے کتاب اٹھالی اور پڑھنے لگی۔ وہ اسے پڑھتا دیکھ کر باہر نکل گئیں۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اس کے موبائل پر عبدالباری کی کال آرہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے کال اٹھائی

"میں انتظار ہی کرتا رہا کہ تم مجھے شکریہ کا ایک میسج بھیجو گی، کافی کی تعریف کروگی لیکن تم سے اتنی سی بھی زحمت نہ کی گئی۔" وہ مصنوعی شکوے سے بولا۔

"شکریہ۔" وہ سنجیدہ سے انداز میں بولی۔ دوسری طرف کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"میں نے تمہیں ڈسٹرب کردیا ہے کیا؟" دھیمی آواز میں پوچھا گیا۔

"خیر سے کچھ ہی دن بعد میرے پیپرز شروع ہونے والے ہیں۔ اور میں پڑھنے میں مصروف تھی۔ ایسے میں کسی کی کال آئے گی وہ بھی کسی ایسے کی جو ایک ہی گھر میں موجود ہوں تو بندہ ڈسٹرب کیسے نہیں ہوگا۔؟" منتہیٰ نے اطمینان سے کہا۔ وہ شرمندہ سا ہوگیا۔

"اچھا تم پڑھو۔" اتنا کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ منتہیٰ فون نیچے رکھ کر پھر سے پڑھنے میں مصروف ہوگئی۔ تقریبا دو گھنٹے بعد ایک بار پھر اس کا موبائل بجا۔ اب تھکاوٹ محسوس کرنے لگی تھی۔ فوزی کالنگ کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔ اسے ایک عجیب سی خوشی ہوئی۔ اس نے کتاب بند کی اور کمرے سے نکل کر باہر آگئی۔ وہ باتیں کرتے ہوئے یہاں سے وہاں چکرا رہی تھی کہ اس کی نظر سامنے والے کمرے کی جانب اٹھ گئی۔ وہ کمرہ بالکل خالی تھا، بس ایک بڑا سا جھولا موجود تھا۔ وہ اس کمرے میں داخل ہوگئی۔ لکڑی کا منقش جھولے کا ڈیزائن جدت سے عاری تھا لیکن اس کی قدیمیت ہی اسے بے حد پرکشش بنا رہی تھی۔ وہ محویت سے اس پر ہاتھ پھیرنے لگی اور پھر اس پر بیٹھ گئی، اور جھولا جھولنے لگی۔ کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ وہ جھولے پر بیٹھی فون کان سے لگائے بڑی ہی دلچسپی سے باتیں کرنے اور سننے میں مگن تھی ، کچھ دیر بعد وہ وہیں لیٹ گئی۔ ایک گھنٹہ بات کرنے کے بعد جب کال از خود کٹ گئی تو اس نے آنکھیں موند لیں، اسے یہاں عجیب سے سکون کا احساس ہورہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

رات کے کھانے پر جب ملازمہ اسے بلانے آئی تو کمرہ خالی تھا۔ اس نے جاکر سلیقہ کو بتایا۔ وہ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کمرے میں آگئیں۔ جہاں وہ سب سے بے خبر سو رہی تھی۔ انہوں نے اسے جگایا۔

"کھانا لگ چکا ہے۔ سب تمہارا انتظار کررہے ہیں۔ اس کے اٹھ کر بیٹھتے ہی انہوں نے اسے بتایا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی، موبائل کمرے میں رکھ کر اس نے ہاتھ منہ دھویا اور نیچے آگئی جہاں گھر کے تمام افراد موجود تھے۔ اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔ پلکیں بھی گیلی تھیں۔

سب کھانا کھانے لگے۔ اس کے بعد میٹھے کا اور پھر چائے کا دور چلا۔ اس کی تھکن بھی ختم ہوچکی تھی اور نیند بھی پوری تھی۔ نشست کے برخاست ہوتے ہی اس نے اسی کمرے میں پناہ لی جہاں جھولا موجود تھا۔

البتہ اب اس کے ہمراہ کتاب تھی۔ وہ جھولے پر چوکڑی مار کر بیٹھی ہل ہل کر پڑھنے میں مصروف تھی کہ عبدالباری دو کافی کے کپ تھامے اندر آیا۔

"ایک تو جب میں مصروف ہوتی ہوں تب ہی اسے باتیں کرنا یاد آتی ہیں۔" اس نے کوفت سے سوچا لیکن اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"لگتا ہے میں نے پھر سے دسٹرب کردیا ہے۔" وہ افسوس سے بولا۔ ایک بار پھر اس کے دماغ نے صلاح دی کہ وہ صاف گوئی کا سہارا لے لیکن اس کا دل نہیں مانا۔

"نہیں۔ مجھے کافی کی طلب ہورہی تھی۔" اس نے جلدی سے کہا اور اس کے ہاتھ سے کپ لے لیا۔ وہ بے اختیار مسکرایا۔

"کیسا لگا گھر؟ گھر کے لوگ کیسے لگے؟" وہ وہیں کھڑا ہوگیا۔ کیونکہ کمرے میں اس ایک جھولے کے سوا اور کوئی دوسری چیز موجود نہیں تھی۔ جھولا اتنا بڑا تھا کہ دو سے تین لوگ آرام سے بیٹھ سکتے تھے لیکن وہ جانتا تھا کہ منتہیٰ اسے بیٹھنے کی آفر نہیں کرے گی۔

"گھر تو بلاشبہ بہت خوب صورت ہے۔ اور گھر کے لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔ لیکن مجھے سب سے زیادہ شانزے پسند آئی ہے۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اس نے تعریف کی۔

"ہاں۔ وہ واقعی بہت اچھی ہے۔ میری بچپن کی دوست بھی ہے۔" اس نے منتہیٰ کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ تم میں انٹرسٹڈ ہے اور شادی کی خواہش مند ہے۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی لیکن عبدالباری حیران ہوا۔

"تم میری کسی دوست سے دو گھنٹوں کی ملاقات کے بعد یہ نتیجہ نکالو گی؟" اسے واقعی بہت حیرت ہوئی تھی۔ اسے ہنسی آگئی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تم یہی ری ایکشن دوگے۔ مجھے کچھ وجوہات کی وجہ سے ایسا لگا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ عبدالباری نے بہت توجہ سے اسے دیکھا۔ وہ اس وقت بھی اسی حلیے میں تھی جس طرح وہ اپنے گھر میں رات کے وقت اسے دکھائی دی تھی بس کپڑوں کا رنگ مختلف تھا۔ اب بھی اس کے لمبے بال دونوں شانوں سے ہوتے ہوئے گود میں گر رہے تھے۔ اور وہ نظر کا چشمہ لگائے کسی پروفیسر کے سے انداز میں ان نکات پر روشنی ڈال رہی تھی جن کی وجہ سے اس نے یہ انکشاف کیا۔

"پہلی وجہ یہ ہے کہ اس نے مجھ سے دو گھنٹے باتیں کیں اور ان دو گھنٹوں میں اس نے تقریبا ڈیڑھ گھنٹہ تمہاری تعریفیں کیں۔ باقی کے آدھے گھنٹے میں اس نے باقی باتیں کیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جب مومنہ کمرے سے نکلی تو میری نگاہ اس پر پڑی، اس نے جس طرح شانزے کی طرف دیکھا تھا، ان نگاہوں سے صرف نندیں ہی اپنی بھاوج کو دیکھا کرتی ہیں۔ غصہ، جیلسی اور نجانے کیا کیا تھا اس کی آنکھوں میں۔

"اور میری آنکھوں میں کیا دکھتا ہے؟" اس سوال پر اس نے بڑے ہی اطمینان سے باری کی طرف دیکھا۔

"خود سے منسلک تمام رشتوں کی محبت۔" اس جواب پر وہ بے اختیار مسکرایا۔

"مومنہ اور شانزے دونوں کی بہت اچھی دوستی تھی لیکن۔۔۔"

"لیکن مومنہ نے اپنی من مانیاں کیں اور جب شانزے نے اس کا ساتھ نہ دیا تو مومنہ نے اس سے دوستی ختم کردی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ کچھ دیر کے لیے ہکا بکا رہ گیا تھا۔

"مجھے یہ ساری باتیں ممانی سے معلوم ہوئی ہیں۔ وہ امی کو بتا رہی تھیں اور ان سے وعدہ لیا تھا کہ وہ یہ بات مجھے کسی صورت پتا نہ چلنے دیں۔ تم ان سے بدگمان مت ہونا، کل یا پرسوں یا کسی بھی دن کسی نہ کسی سے یہ بات ہمیں معلوم ہو ہی جاتی، تب ہمیں زیادہ برا لگتا۔" عبدالباری نے محض اثبات میں سر ہلایا، اور کافی ختم ہوتے ہی وہاں سے نکل آیا۔

جب وہ حیدرآباد میں تھی تب اس کا رویہ، انداز

www.urdugem.com

CamScanner

بالکل مختلف تھا اور جب سے یہاں آئی تھی تب سے وہ اسے بے حد سمجھ دار، سلجھی ہوئی اور معاملہ فہم لڑکی لگ رہی تھی۔ وہ جو اس بات سے خوف زدہ تھا کہ اگر اسے حقیقت معلوم ہوئی تو وہ ہنگامہ کرے گی لیکن اس نے اتنے سکون سے اسے مطلع کیا کہ وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پایا۔ اسے اپنا وجود شرمندگی میں ڈوبا ہوا لگا۔

☆☆☆

اگلے دن وہ پیپر دینے حیدرآباد کے لیے عبدالباری کے ساتھ روانہ ہوئی۔

وہ سلیقہ سے ڈھیروں دعائیں لے کر نکلی۔ ان کے ساتھ شانزے بھی تھی۔ اس کی کوئی دوست کچھ ماہ قبل شادی کے بعد حیدرآباد شفٹ ہوئی تھی۔ وہ اس سے ملنے جانے کا سوچ رہی تھی، جب اسے ان کے پروگرام کا علم ہوا تو وہ بھی ساتھ ہوگئی۔ لیکن اس کا ساتھ منتہیٰ کو کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ وہ پورے راستے کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بجتی رہی تھی۔ منتہیٰ نے کئی بار کتاب کھولی، بند کی لیکن توجہ برقرار نہ رکھ پائی۔ عبدالباری اس کا مسئلہ سمجھ رہا تھا، وہ دو سے تین بار شانزے کو ٹوک بھی چکا تھا لیکن اس نے اس ٹوکنے کو بالکل بھی سنجیدہ نہیں لیا۔ کالج کے دروازے پر پہنچ کر اس نے گاڑی روکی۔

"میں یہیں رہوں گی کچھ دن۔ پیپرز کے بعد ہی واپس آؤں گی۔" اس نے اپنی بات دوبارہ دہرائی

"نہیں۔ تم یہاں نہیں رکو گی۔ میں تمہیں لے کر آیا ہوں تو میں ہی تمہیں ساتھ واپس لے کر جاؤں گا۔" منتہیٰ کو اس کا یہ انداز برا لگا۔

"میں سب کچھ پلان کر چکی ہوں۔ فوزیہ کے گھر والوں کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔" اس نے تحمل مزاجی کا مظاہرہ کیا حالانکہ چہرے سے غصہ صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

"منتہیٰ۔ تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ پھپھو بتا رہی تھیں کہ تم اپنا خیال نہیں رکھتیں۔ پیپرز کے دوران پڑھائی کے بوجھ کی وجہ سے تم کئی بار بیمار ہو چکی ہو۔ میں اسی لیے تمہیں منع کر رہا ہوں۔

"تم مجھے منع نہیں کر رہے آرڈر دے رہے ہو اور آرڈر میں صرف اپنی امی کا ہی مانتی ہوں۔ جہاں تک طبیعت کی بات ہے تو ایک دن میں آٹھ سے دس گھنٹے کا سفر میری صحت کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے۔ یہاں رہ کر بھی اگر میں بیمار ہوگئی یا مجھے کوئی مسئلہ ہوا تو فوزیہ کی امی ہیں۔ وہ میرا بالکل ویسے ہی خیال رکھتی ہیں جیسے کہ میری اپنی امی۔ اس لیے تم فکرمند نہ ہو۔ میں چلتی ہوں۔ خدا حافظ۔" اس کا لہجہ ایسا تھا کہ عبدالباری کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

اس نے بگڑے موڈ کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کی۔

"تم کیوں موڈ خراب کر رہے ہو؟ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

" ویسے مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔ منتہیٰ کی صحت اچھی خاصی ہے۔ کھاتی پیتی بھی بالکل ٹھیک ہے۔ کیا تم نے اس کی طبیعت خراب دیکھی ہے؟" اس نے یاد کرنے کی کوشش کی لیکن اسے بھی ایسا کوئی لمحہ یاد نہ آیا جس میں منتہیٰ نے چھینک بھی ماری ہو۔

"میں نے اسے بیمار تو نہیں دیکھا' لیکن ہاں ایک بار پھپھو اس کی دوائیں لینے جا رہی تھیں تو میں نے ان سے کہا کہ میں لے آتا ہوں۔ دواؤں کے نام پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ پاپا کی کال آگئی تھی۔ ہو سکتا ہے اسے بی پی ایشو ہو یا پھر کمزوری۔ بات ہو گی تو پوچھوں گا۔" اس نے اپنی بات مکمل کر کے ریڈیو آن کر دیا لیکن شانزے نے ریڈیو ایک دم ہی آف کر دیا۔

"کیا ہوا؟" اس کی ساری توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔

"مجھے نجانے کیوں ایسا محسوس ہوا کہ تمہارا اس کے لیے فکرمند ہونا یا زیادہ کنسرن دکھانا اسے پسند نہیں۔" اس پر وہ کیا کہتا، اسے بھی یہی لگتا تھا۔ وہ اچھی خاصی ہوتی لیکن جونہی وہ اس کی فکر میں مبتلا ہوتا یا پھر اس کے لیے کچھ کرنے کی کوشش کرتا وہ ایک دم ہی اجنبیت کی دیوار کھڑی کر دیتی تھی۔ وہ اسے اچھا

خاصا پسند کرنے لگا تھا اور منتہیٰ کا رویہ اکثر اس کا دل توڑ دیتا۔

"وہ بہت صاف گو قسم کی لڑکی ہے۔ اسے جو بات بری لگتی ہے وہ بغیر لحاظ کیے کہہ دیتی ہے۔ میری غلطی ہے۔ جب وہ پھپھو سے اجازت لے کر آئی تھی تو مجھے خواہ مخواہ ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں تھی۔" اس نے منتہیٰ کی طرف داری کی۔ منتہیٰ کے انداز نے تو شانزے کے دل سے تمام وہم ختم کر دیے تھے لیکن عبدالباری کی طرف داریاں کرنا اور پورا راستہ گاہ بہ گاہ منتہیٰ کو دیکھنا اسے بری طرح بے چین کر گیا۔ اس کا دل چاہا وہ ابھی اسی وقت اس سے اظہار محبت کر ڈالے لیکن اس کی نسوانیت اسے ایسا کرنے سے روک دیتی تھی۔

"کیا تم اسے پسند کرتے ہو؟" اس نے بہت اچانک یہ سوال پوچھا، لیکن اس نے کوئی خاص رسپانس نہ دیا۔

"اسے ناپسند کرنے کی وجہ بھی نہیں۔" اس گول مول جواب پر وہ سلگ گئی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔" عبدالباری نے ایک دم ہی گاڑی روکی۔

"میں کسے پسند کرتا ہوں، اور کس سے شادی کروں گا، اس بارے میں تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ اب ان باتوں کو چھوڑو اور وہ دیکھو تمہارا مطلوبہ مقام آگیا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ شانزے کا دل بے حد بوجھل ہو گیا تھا۔ وہ تھکے تھکے قدموں سے نیچے اتری اور پلٹ کر خدا حافظ بھی نہ کہہ پائی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بہہ رہی تھی لیکن جس کے لیے وہ رو رہی تھی، وہ اس کے درد سے بے خبر منتہیٰ کو پرپوز کرنے کا سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

آج منتہیٰ کا آخری پیپر تھا۔ جتنے بھی دن اس نے وہاں گزارے، اس دوران ایک بار سلیقہ اس سے ملنے حیدرآباد آئی تھیں، جبکہ عبدالباری کے کتنے چکر لگ چکے تھے۔ آج بھی جب وہ پیپر دے کر گھر پہنچی کچھ ہی دیر بعد اس کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ چیزیں سمیٹنے، کھانا وغیرہ کھانے میں ہی شام ہو گئی۔ وہ ان سب سے رخصت لے کر نکلی۔ اب نجانے کتنے دن یا مہینوں بعد ان سے ملاقات ہونی تھی۔ اس کے اندر باہر اداسی پھیلی تھی۔

"کیا بات ہے؟ اتنی خاموش کیوں ہو؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"نہیں۔ کچھ نہیں، بس تھکن ہے۔" اس نے انگلیوں سے سر دباتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا دھیان بالکل بھی عبدالباری کی جانب نہیں تھا۔ منتہیٰ نے اپنا بیگ کھنگالا۔ وہ اپنی دوائیں بھول آئی تھی۔ اس نے شدید پریشانی کے عالم میں فوزیہ کو میسج کیا۔

"تم اس سے کہو کہ وہ تمہیں کسی میڈیکل اسٹور لے جائے، تم دوائیں خرید لینا۔ گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔' اس کا جوابی میسج پڑھ کر منتہیٰ نے پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔ اور اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے میڈیکل اسٹور لے جاؤ۔ طبیعت کچھ ٹھیک نہیں میری۔ وہاں سے دوائیں لوں گی تو شاید ٹھیک ہو جاؤں۔" وہ نقاہت سے بولی۔

"میرے پاس کچھ ٹیبلٹس پڑی ہیں۔ پہلے کھانا کھا لو پھر دوا لے لینا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ وہ مزید کچھ کہتی کہ اس کا فون بجنے لگا۔ دس منٹ کال کی نذر ہو گئے۔ جب گاڑی رکی تو وہ ایک ریسٹورنٹ کے قریب تھے۔ گاڑی پارکنگ ایریا میں داخل ہو چکی تھی

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔ میں ریسٹورنٹ کے اندر نہیں جاؤں گی۔" وہ غصے سے بولی۔

"میں نے ان کے گھر ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا، مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے اور ابھی اچھا خاصا سفر باقی ہے۔" اس نے وضاحت دی

منتہیٰ کو بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ عبدالباری گاڑی روک چکا تھا۔ اسے مجبوراً نیچے اترنا پڑا۔ دل ہی دل میں وہ خیر کی دعائیں

www.urdugem.com

CamScanner

مانگ رہی تھی۔

ہوسکتا ہے کہ میری طبیعت خراب نہ ہو۔ میں کچھ زیادہ ہی خوف زدہ رہنے لگی ہوں۔ کچھ نہیں ہوگا مجھے۔ وہ دل ہی دل میں خود کو تسلی دیتی اس کے پیچھے اندر داخل ہوگئی۔ ٹیبل پر بیٹھتے ہی ویٹر ان کے سامنے حاضر ہوگیا۔ عبدالباری نے کھانے کا آرڈر دیا۔ وہ خاموش ہی رہی۔

"میں جانتا ہوں کہ اگر میں کسی بھی معاملے میں اپنی من مانی کروں تو تمہیں شدید غصہ آتا ہے۔ اس کے لیے بہت معذرت۔ لیکن آج میں نے یہ ضد ایک خاص وجہ سے کی ہے۔ میں یہ ساری باتیں تم سے گھر جانے کے بعد بھی کہہ سکتا تھا لیکن کل شام مجھے آفس کے کام سے لندن جانا ہے۔ واپسی میں کافی دن لگ جائیں گے اور میں مزید انتظار نہیں کرنا چاہتا۔" اس نے تمہید باندھی منتہیٰ کے کان کھڑے ہوگئے اور دل عجیب سی حالت میں مبتلا ہوگیا۔ کچھ دیر پہلے کی بے چینی جوں کی توں تھی بس وجہ بدل رہی تھی۔

"ممی مجھ سے کئی بار میری پسند کے بارے میں پوچھ چکی ہیں کیونکہ وہ چاہتی ہیں کہ اگر میں کسی میں انٹرسٹڈ نہیں تو وہ میرا رشتہ شانزے کے ساتھ طے کردیں۔ خالہ کی بھی یہی خواہش ہے اور شانزے کی بھی لیکن میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ منتہیٰ کے کپکپاتے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ ساکت ہوگئی تھی۔ اس کے لیے عبدالباری کا یہ اظہار محبت غیر متوقع تھا۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"جب میں نے تمہیں دیکھا تھا تب ہی تم مجھے بھا گئیں۔ پھر جتنا بھی وقت تمہاری سنگت میں گزرا اس کے ہر ایک لمحے میں تم میرے دل میں سما گئیں۔ پہلے یہ صرف پسندیدگی تھی لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ پسندیدگی محبت میں بدلتی گئی۔ تم میرے لیے دنیا کی سب سے خاص لڑکی ہو۔ بہت چاہتا ہوں میں تمہیں۔ کیا تم مجھ سے شادی کروگی؟ منتہیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کے تمام تر برے اور ضرورت سے زیادہ ہی صاف گو رویے کے باوجود بھی وہ اس کی جانب پرامید نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے یقین ہو کہ وہ اسے کبھی انکار نہیں کرے گی۔ اگر وہ ایک عام لڑکی ہوتی تو کیا اسے انکار کرتی؟ یقیناً عبدالباری جیسے لڑکے کو انکار کرنا اس کی بدبختی ہوتی۔ منتہیٰ کچھ دیر اس کی آنکھوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔ لاکھ کوشش کے باوجود بھی اس کی آنکھوں کے کٹوروں میں پانی بھرتا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ چھلکنے لگا۔ عبدالباری گھبرا گیا۔

"کیا ہوا منتہیٰ؟ تم رو کیوں رہی ہو؟ کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟" اس نے جیسے منتہیٰ کی مشکل آسان کردی۔

"ہاں میں کسی اور کو چاہتی ہوں۔" اس کے لبوں سے سرسراتی آواز نکلی۔ عبدالباری جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے لیکن وہ کیوں ایسا کررہی ہے اس بات کو سمجھنے سے وہ قاصر تھا۔ اس وقت وہ بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تو اس میں رونے کی کیا بات ہے پلیز ریلیکس۔" اس نے منتہیٰ کا ہاتھ دبایا۔ وہ آنکھیں صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں کچھ دیر باہر بیٹھنا چاہتی ہوں۔ تم کھانا کھا کر آجانا۔" اس کا لہجہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اس نے خاموشی سے گاڑی کی چابی اسے تھمائی۔ وہ ابھی بمشکل پارکنگ میں ہی پہنچی تھی کہ اس کا بدن جھٹکے کھانے لگا۔ تماشا بننے کے خوف نے ہی اس کی رنگت زردی مائل کردی تھی۔ وہ بمشکل گاڑی تک پہنچی۔ عبدالباری نے بھی آرڈر کینسل کردیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے آیا۔

"کیا ہوا منتہیٰ؟" وہ بمشکل پلٹی اور ایک دم ہی اس کا ہاتھ پکڑا۔ منتہیٰ کی سانس پھول رہی تھی

"م۔ مجھے۔ ہاسپٹل......" وہ جملہ مکمل نہ کرپائی، اس کا بدن جھٹکے کھا رہا تھا اور ان جھٹکوں کی شدت میں اضافہ ہورہا تھا۔

☆☆

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

gem.com

مکمل ناول

عنبرین ولی

بہت مان تھا

دوسرا اور آخری حصہ

یہ صورت حال اس کے لیے اس قدر حیران اور پریشان کن تھی کہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ منتہیٰ کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اور پورا بدن تھرتھرا کر رہا تھا۔ کچھ لمحوں کے لیے تو وہ بالکل منجمد ہو کر رہ گیا۔ تقریباً تین منٹ وہ اسی حالت میں رہی اور پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ ان تین منٹوں میں منتہیٰ کے وجود نے اذیت کے وہ پہاڑ سہے تھے کہ عبدالباری کا وجود خوف سے کپکپا کر رہ گیا تھا۔ عبدالباری ابھی بھی آنکھیں پھاڑے ساکت کھڑا تھا۔ بھاری قدموں سے وہ اس کے پاس آیا اور اسے گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے گیا۔ وہ کئی گھنٹے بے ہوش رہی۔ اس کا چہرہ خزاں کے پتے کی مانند زرد تھا اور زبان دانتوں تلے آنے کی وجہ سے زخمی ہو گئی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے بعد وہ ہوش میں آئی۔

وہ اس کے پاس بیٹھا اس کا زرد چہرہ دیکھ رہا تھا۔ منتہیٰ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"تم نے مجھے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

"تم کیا کر لیتے؟" اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔

"میری بے وقوفی کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی۔ اگر میں تمہیں زبردستی ریسٹورنٹ نہ لے کر جاتا تو......" وہ شدید افسوس میں مبتلا تھا۔

"تو تمہیں اس حقیقت کا علم کسی اور دن ہو جاتا۔" وہ بے فکری سے بولی۔

"جب تم جانتی تھیں کہ یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی تو مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا؟" اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔ منتہیٰ نے اس کے ناراض چہرے کی طرف دیکھا۔

"تو تمہیں الفاظ ضائع کرنے پر افسوس ہو رہا ہے؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔ عبدالباری کے دل پر جیسے کسی نے چھریاں چلا دیں۔

"میری سوچ میں اب اتنی بھی مادیت پرستی نہیں ہے کہ میں ایک بیماری کا سن کر تم سے دور ہو جاؤں۔" اسے غصہ آ گیا تھا۔

"لیکن میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں، یہ سن کر تو تمہیں ضرور مجھ سے دور ہو جانا چاہیے۔" بستر پر لیٹی یہ لڑکی کتنی ڈھیٹ تھی۔

"میں اچھی طرح سے تمہارے جھوٹ سے واقف ہوں۔" اسے رتی برابر بھی اس کے جھوٹ پر یقین نہ آیا۔

"ایسے میں تمہاری خوش فہمی سمجھوں گی۔ میں جس سے محبت کرتی ہوں اس سے میرا نکاح ہو چکا ہے۔" اس نے اطلاع نہیں دی اس کے سر پر بم پھوڑا تھا۔ اور پھر عبدالباری کی طرف دیکھے بغیر اس نے آنکھیں موند لیں۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے دل کو سمجھا پائی تھی۔

☆☆☆

نارنجی آسمان پر نگاہیں جمائے وہ گہری سوچ میں ڈوبی تھی.. دماغ پچھلے چند ماہ کے واقعات کو سوچنے میں مصروف تھا. ساتھ ہی ساتھ اپنے دل کی حالت پر بھی غور و فکر کر رہا تھا... منتہیٰ نے اپنی اور عبدالباری کی پہلی ملاقات سوچی۔

وہ ملاقات جو بالکل کسی رومانٹک کہانی کے ابتدائی منظر جیسی تھی. لیکن اسے یہ سب بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔ اسے وہ منظر بھی یاد آیا جب اس کی ناک کی لونگ کا لاک عبدالباری کی شرٹ کے ساتھ اٹک گیا تھا... کتنی شرمندگی ہوئی تھی اسے.. لیکن وہ.. وہ یوں بن گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

وہیں سے تو سب کچھ شروع ہوا تھا.. وہ عبدالباری کی جانب متوجہ ہو گئی تھی... پھر آہستہ آہستہ دل اس کی جانب مائل ہونے لگا.. اس بات سے وہ بے حد خوف زدہ ہو گئی... ایسی نحس بیماری کے ہوتے ہوئے وہ کسی کا بھی ساتھ کیسے چاہ سکتی تھی؟ یہ بے چینی بے قراری اس کی سخت اور بے رحم زبان کی صورت ظاہر ہونے لگی... وہ یہی سمجھتا رہا بلکہ اب تک وہ یہی سمجھتا ہے کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔

ایسے بھی بھلا ممکن ہے؟ کوئی خوبرو اور نیک دل

www.urdugem.com

CamScanner

مرد کسی عورت کے دل پر اپنی تمام تر سچائی اور نیک دلی کے ساتھ دستک دے اور وہ دل کا دروازہ بند ہی رکھے.. ایسا کسی صورت ممکن نہیں.. اس نے تو اس دستک سے پہلے ہی اسے دل میں جگہ دینا شروع کر دیا تھا۔ یہ سب سوچ سمجھ کر نہیں کیا جاتا.. از خود ہو جاتا ہے.. اس کے دل میں بھی وہ بس گیا... وہ اس کی زندگی میں بھی شامل ہونا چاہتا تھا لیکن سب سے بڑی رکاوٹ وہ خود تھی۔

وہ کیسے اس کی زندگی میں تکلیفیں گھول دے؟ کیوں اسے اذیت دے اور خود بھی دہری اذیت میں مبتلا رہے؟ ایسے تھوڑی نہ ہوتا ہے... وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہوگا لیکن کبھی کسی مرد نے کسی عورت کے ساتھ ان کنڈیشنل محبت نہیں کی ہوگی.. عبدالباری بھی مرد ہے جذبات کے طوفان میں بہہ رہا ہے اس لیے اسے یہ سب بے حد معمولی لگتا ہے.. کچھ وقت گزرنے کے بعد اسے اندازہ ہوگا کہ اس نے کیا غلطی کی... اس سے پہلے کہ اس کے دل سے میری محبت ختم ہو کر بے زاری اور نفرت میں بدلے مجھے امی کو سب بتا دینا چاہیے۔ لیکن اسے کچھ بھی بتانے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ اسی شام عبدالباری کام نمٹا کر پہنچ گیا۔ اسے ایک ہفتے بعد آنا تھا لیکن وہ آن موجود ہوا۔

پچھلے دو ہفتوں سے اس کی غیر موجودگی نے منتہیٰ کو بہت ڈسٹرب کیا تھا۔ جب تک دل پر اس نے سختی رکھی تب تک سب ٹھیک تھا لیکن اس کے اظہار کے بعد سے سارے بند ٹوٹتے چلے گئے۔ پہلے تو تنہائی میں بھی وہ اس کے بارے میں سوچتے ہوئے گھبرا جاتی تھی کہ کہیں کوئی بھانپ نہ لے۔ لیکن اب اس نے خود کو تھوڑی سی آزادی دے دی تھی۔ اور یہیں اس سے غلطی ہوئی۔ عبدالباری کی غیر متوقع آمد پر وہ جس طرح خوش ہوئی تھی نہ صرف سلیقہ بلکہ مومنہ بھی چونک گئی۔ وہ اپنے بھائی کے دل کی حالت سے تو واقف تھی لیکن منتہیٰ کے حوالے سے اسے یہی لگتا تھا کہ وہ عبدالباری میں بالکل بھی دلچسپی نہیں لیتی بلکہ اسے کسی حد تک ناپسند کرتی ہے، لیکن آج اس کی آنکھوں کی چمک نے مومنہ کو سچ مچ حیران کر دیا تھا۔ اسے منتہیٰ کا اس طرح خوش ہونا بہت اچھا لگا تھا۔ ان دونوں کے درمیان کوئی گہری دوستی تو نہیں تھی لیکن اچھی انڈر اسٹینڈنگ ضرور تھی۔

اس سے پہلے کہ سلیقہ اس سے کوئی بات کرتیں، رات ہوتے ہی وہ ان کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ منتہیٰ نے انہیں کچھ بتایا ہے یا نہیں لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ آج وہ انہیں منا کر ہی دم لے گا۔

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ امی بتا رہی تھیں کہ آپ کو روز بخار ہو جاتا ہے۔" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"روز تو نہیں جس دن انجیکشن لگتا ہے اس رات بہت تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن منتہیٰ میرا بہت خیال رکھتی ہے۔" انہوں نے محبت سے اس کا ذکر کیا۔

"وہ آپ کا خیال رکھتی ہے اور میں اس کا خیال رکھنا چاہتا ہوں۔" انہوں نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں منتہیٰ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے بغیر کسی جھجک کے کہہ دیا۔ کچھ دیر تو وہ بول ہی نہ پائیں۔

"تمہیں منتہیٰ نے بتایا نہیں کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے؟" انہوں نے انکار کے بجائے جھوٹ کا سہارا لیا۔

"اس نے بتایا تھا مجھے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ میں اس جھوٹ کے پیچھے چھپی وجہ سے بھی واقف ہوں۔" اس نے اتنا کہہ کر آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"پھپھو میں اس کے بغیر ایک خوش حال زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں بہت محبت کرتا ہوں اس سے۔ اور مجھے منتہیٰ کے اس مرض میں مبتلا ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ سب تو خدا کی رضا ہے

نا۔ اس بات کو بنیاد بنا کر ہم زندگی کی خوشیوں سے منہ موڑ لیں؟" سلیقہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"تمہیں یہ بیماری معمولی لگتی ہے؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں اس وقت صرف سوالوں کے جواب جاننے کی خواہش تھی۔

"میں اس بیماری کو معمولی کہہ بھی نہیں سکتا۔ میں نے منتہیٰ کو اس اذیت اور تکلیف میں دیکھا ہے جو دورہ پڑنے پر اس نے اٹھائی۔" کچھ ہفتے پہلے کا منظر اس کی نظروں میں گھوم گیا۔

"یہ بیماری اس کے لیے جان لیوا بھی بن سکتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"مطلب تو بہت صاف ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میرے دل میں منتہیٰ کی شادی کے ارمان نہیں یا میں اتنی پتھر دل ہوں کہ تمہارا دل اجاڑ دوں گی؟" انہوں نے اس کی ٹھوڑی کو نرمی سے چھو کر کہا۔

"دیکھو بیٹا، میں نے بھی ایک زمانے میں مظفر سے بڑی محبت کی، لیکن زندگی میں کئی بار ایسا وقت بھی آیا کہ مجھے اس طرح سے شادی کے فیصلے پر افسوس ہوتا تھا۔ کچھ مشکلات ایسی بھی آتی ہیں کہ جن کو سہنے کے بعد انسان اتنی بے بسی محسوس کرتا ہے کہ اس پریشانی کی وجہ سے ہی نفرت کرنے لگتا ہے۔ آج نہیں تو کل تم بھی یہی محسوس کرو گے اور سب سے زیادہ نقصان میری بیٹی کا ہوگا۔ تمہیں اپنے لیے ایسا ہمسفر چننا چاہیے جو تمہاری طاقت بنے اور میری بیٹی تو خود کمزور ہے، وہ تمہاری اس سیدھے راستے پر چلتی زندگی کی ڈگر نہ چاہتے ہوئے بھی بدل دے گی۔ تم تیز رفتار مسافر ہو، اپنے جیسا ہمسفر منتخب کرو۔ زندگی میں زبردستی مشکلات کو پیدا کرنا نری بے وقوفی ہے۔" وہ اسے سمجھانے لگیں۔

"آپ کی بات بالکل بجا ہے۔ زندگی میں واقعی کچھ لمحے ایسے آتے ہیں جب انسان تھک جاتا ہے، اپنے اس فیصلے پر افسوس کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی زندگی میں یہ مشکلات آئیں لیکن آپ ایک بات بتائیں کیا کبھی آپ نے ان سے دور ہو کر زندگی گزارنے کا سوچا؟" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ میں اس شخص کو ہی چھوڑ دوں جس سے شادی کے بعد آپ نے ایسی زندگی گزاری؟" ایک بار پھر انہوں نے انکار کیا۔ عبدالباری نے پھر سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں آپ کا بھتیجا ہوں، آپ کی رگوں میں جو خون کے ساتھ وفا دوڑتی ہے مجھ میں بھی وہی ہے۔ پھر آپ ایسا کیسے سوچ سکتی ہیں کہ میں اس سے بے وفائی کروں گا؟ اگر کبھی تھک بھی گیا تو آپ ہیں ناں میری ہمت بڑھانے کے لیے۔ لیکن اگر منتہیٰ مجھے نہ ملی تو میری ساری طاقت نچڑ جائے گی۔ میں نہیں رہ سکتا اس کے بغیر۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ان کے ہاتھ پر اپنا سر رکھ دیا۔ سلیقہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"عبدالباری... سمجھنے کی کوشش کرو... یہ صرف میری تمہاری رضا کی بات نہیں، تمہاری امی، بھائی صاحب، کوئی بھی نہیں چاہے گا کہ وہ ایک ایسی لڑکی کو اپنی بہو بنائیں جو انہیں ایک صحت مند نسل بھی نہیں دے سکتی۔" کوئی ان کے دل سے پوچھتا کہ اپنی ہی بیٹی کے لیے ایسے سچ کا اظہار کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے۔ عبدالباری نے اس پہلو کو بھی ذہن میں رکھا تھا۔

"پھپھو۔ کیا ہماری نسل میں سے کسی ایک کو بھی مرگی کا مرض ہے؟ نہیں نا۔ لیکن منتہیٰ کے نصیب میں یہ بیماری تھی، ایکسیڈنٹ کے ذریعے ہی سہی لیکن وہ اس مرض کا شکار ہو گئی۔ اب کل کو اگر میرا ایکسیڈنٹ ہو جائے میرے دماغ کو بھی چوٹ لگ جائے، مجھے بھی یہی مرض لاحق ہو جائے تو؟"

"استغفار پڑھو کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش اور صحت مند رکھے۔" انہوں نے اسے چومتے ہوئے دعا دی۔

www.urdugem.com

''اگر آپ میری خوشی چاہتی ہیں تو میری بات مان لیں۔ مجھے آپ کی رضامندی چاہیے باقی میں سنبھال لوں گا۔'' اس نے اتنی لجاجت سے کہا کہ وہ مزید انکار نہ کر پائیں۔

''مجھے تمہاری پسندیدگی کا علم تب ہی ہوگیا تھا جب ہم حیدر آباد میں تھے، اور میں چاہتی تھی کہ میں تمہیں باز رکھوں، اسی لیے اس روز جب تم نے مجھ سے کہا کہ دوائیں تم لے آؤ گے تب مجھے لگا کہ آج تمہیں حقیقت معلوم ہوجائے گی' لیکن شاید تم نے پرچی پر لکھی دوا کے نام پر غور ہی نہیں کیا۔ میں بے حد پریشان رہی تھی ان دنوں۔ پھر جب اچانک منتہیٰ کراچی آنے کے لیے راضی ہوگئی تب بھی میرے دل میں یہی کھٹکا تھا کہ کہیں اس کے دل میں بھی تمہارے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا نہ ہوگیا ہو۔ ایک ماں کے لیے یہ لمحات بڑے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ میں اسے مشکلات سے بچانا چاہتی ہوں۔ ابھی یہ بات صرف چند لوگوں کے ہی علم میں ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس بات کا سب کو علم نہ ہوجائے۔ منتہیٰ لوگوں کے ہمدردی بھرے رویئے کو بھی ترس سمجھتی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو نا؟''

''میرا یقین کریں پھپھو۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جہاں تک بات ہے منتہیٰ کی تو...... وہ تو مجھے منہ بھی نہیں لگاتی لیکن اگر آپ اس سے بات کریں گی تو مجھے یقین ہے کہ اپنے دل پر باندھے بند کھولنے کے بعد وہ میرے ہی بارے میں سوچے گی۔ مجھے اپنی محبت کی سچائی اور اس کی طاقت کا اندازہ ہے۔ اور آپ دیکھیے گا کہ سب کچھ بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔ آپ بس میرا ساتھ دیں۔ میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دوں گا اور نہ ہی منتہیٰ کو کسی آزمائش میں دھکیلوں گا۔'' اس کے لہجے کی سچائی پر ان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' انہوں نے خوشی سے کہا۔

''تھینک یو سو مچ پھپھو۔'' ان کے گلے لگ کر وہ بولا اور چہکتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ وہ جانتی تھیں کہ کہیں منتہیٰ اس کے سامنے کمزور پڑ جائے گی لیکن وہ یہ بات سمجھ گئیں کہ ہر شخص اپنے پیارے اور دل کے قریب لوگوں کے سامنے ہی کمزور پڑتا ہے۔

☆☆☆

وہ جھولے والے کمرے میں بیٹھی تھی۔ چہرے پر پشیمانی پھیلی تھی۔ مومنہ کی ٹٹولتی نظروں کو اس نے کئی بار محسوس کیا تھا۔ اور اسے یہ سمجھنے میں بالکل بھی وقت نہیں لگا کہ وہ جو لمحے بھر کے لیے بے اختیار خوش ہوئی تھی اس بے اختیاری کو کچھ لوگوں نے بڑی شدت سے محسوس کیا ہے۔ اور اب یہی بات اسے پریشان کررہی تھی۔ اس کمرے میں وہ اکیلی کافی دیر تک بیٹھی رہتی۔ عبدالباری کو سوچتی، وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلتا۔ اس کی کمی کو بہت شدت سے محسوس کرتی لیکن جب وہ سامنے آتا تب وہ ایک بدتمیز لڑکی کا روپ دھار لیتی جسے کسی کے بھی جذبات سے کوئی لینا دینا نہیں۔

کئی بار وہ خود کو بے حد تھکا ہوا محسوس کرتی۔ اس دہرے رویئے نے اسے آدھا کردیا تھا۔ نہ تو وہ عبدالباری کو خود سے دور جاتا دیکھ سکتی تھی اور نہ ہی اس کے قریب آنے پر اسے خوش آمدید کرسکتی۔ زندگی عجیب سی ہوتی جارہی تھی۔ یہ سب تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

بہت پہلے ہی سے جب اس نے شعور کی پہلی منزل پر قدم رکھا تب سلیقہ نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ کسی بھی شہزادے کے خواب نہ دیکھے کیونکہ ان جیسی لڑکیوں کے حصے میں شہزادے نہیں آتے، اگر کوئی آئے گا بھی تو وہ صرف بہروپیا ہوگا۔ اس بات کو اس نے اپنے پلو سے باندھ لیا۔ جو بھی اس کے قریب آنے کی کوشش کرتا اس نے اسے کسی بہروپیے سے زیادہ کی اہمیت نہیں دی۔ لیکن اس بار سب الٹ ہوگیا۔ وہ آیا، اور اس کے دل کو اپنے قبضے میں کرکے لے گیا۔ وہی اسے شہزادہ لگتا، وہ شہزادہ جس کے سفید گھوڑے کے پر بہت رنگین اور حسین ہوتے ہیں اور وہ اپنی شہزادی کو ان دیکھی خواب

صورت دنیاؤں میں اپنے سنگ لے جاتا ہے۔ تصور کی دنیا تو اس نے آباد کرلی تھی لیکن حقیقت کا خوف اسے کھائے جاتا تھا۔ زندگی کا یہ صفحہ بڑی ہی تکلیف دہ تحریر لیے ہوئے تھا یا کم از کم اسے ایسا ہی لگتا تھا۔ سوچوں میں الجھی، جھولا جھولتی وہ سفید گھوڑے پر اس کے ہمراہ سوار کسی انجان دیس کا سفر کررہی تھی کہ کھٹکے پر وہ ہڑبڑا گئی۔ سامنے ہی وہ قمیص شلوار میں ملبوس کھڑا تھا۔ لمحے بھر کے لیے وہ اسے اپنا وہم سمجھی لیکن پھر ایک دم ہوش میں آئی۔

''تم۔۔'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہاں میں۔۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا

''تم تو دو ہفتے بعد آنے والے تھے نا۔ پھر اچانک کیسے۔'' اس نے بات کا آغاز کیا۔ وہ بے تکلفی سے ذرا سا فاصلہ رکھ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ وزن بڑھ جانے پر جھولے کی تیزی گھٹ گئی۔

''اتنا وزن بڑھا کر آئے ہو تم۔ دیکھو جھولا کیسے رک گیا۔'' اسے سچ مچ ہنسی آگئی تھی۔ عبدالباری نے اسے غور سے دیکھا۔

''میرا وزن نہیں بڑھا، میں پہلی بار یہاں تمہارے قریب بیٹھا ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ منتہیٰ نے رخ موڑ لیا۔

''تو تم نے کیا سوچا؟''

''میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے فیشن ڈیزائننگ کا کورس کرلینا چاہیے۔ میرے اندر جو ٹیلنٹ ہے، وہ ضائع نہ ہو بلکہ ایک اچھی سمت مل جائے اسے۔ تم کیا کہتے ہو؟'' وہ اس سے یوں مشورہ لینے لگی جیسے اس نے یہی موضوع چھیڑا تھا۔

''بہت اچھی بات ہے، بہت اچھا سوچا ہے تم نے۔ لیکن تم نے میرے بارے میں کیا سوچا؟ میری اور اپنی شادی کے بارے میں؟'' وہ اس کی آنکھوں میں بڑی ہی بے خوفی سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ منتہیٰ کے چہرے پر غصہ پھیلنے لگا۔

''میں تم سے پہلے ہی سب کچھ کہہ چکی ہوں۔ پھر تم لکیر کیوں پیٹ رہے ہو؟'' اس کا لہجہ ایک دم ہی بے لچک ہوگیا تھا۔

''وہ سب جھوٹ تھا، بکواس تھا، میں سچ سننا چاہتا ہوں۔'' وہ سختی سے بولا۔

''جہاں سے تم ان سب باتوں کے جھوٹے ہونے کی تصدیق کرکے آئے ہو، وہیں سے سچ بھی جان لو۔'' وہ اطمینان سے بولی اور جھولے سے نیچے اترنے لگی لیکن اس نے منتہیٰ کی کلائی پکڑ لی۔

''تم حد سے بڑھ رہے ہو عبدالباری۔'' اس کا لہجہ کسی خوں خوار شیرنی جیسا ہوگیا، اس نے ایک دم ہی کلائی چھوڑ دی۔

''تم میری بات سن لو، مجھے حد میں کردو۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''اور کیا سنوں میں؟'' اسے سچ مچ غصہ چڑھ گیا۔

''یہی کہ میں پھپھو سے بات کرچکا ہوں۔ وہ میرے اور تمہارے رشتے سے خوش ہیں۔ میں نے انہیں یہ بھی بتادیا کہ میں تمہیں پروپوز کرچکا ہوں۔'' یہ بات اس کے لیے بے حد حیران کن تھی اور اس نے اپنی حیرت چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔

''تمہارے اور امی کے درمیان جو بھی بات ہوئی میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تم سے شادی نہیں کروں گی۔ اس بات کو اپنے دماغ میں بٹھا لو۔'' اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

''تم صرف اس ایک وجہ سے ہی انکار کررہی ہو نا؟'' منتہیٰ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''مجھے اس ایک وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''لیکن مجھے اس ایک وجہ سے ہی فرق پڑتا ہے۔ میں اس وقت اپنی ماں کے ساتھ ہوں، کسی کی مجال نہیں کہ کوئی مجھے کچھ کہے۔ تمہارے علاوہ میری بیماری کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں۔ اور یہ پردہ صرف اس وقت تک رہے گا جب تک کہ میں سنگل ہوں۔ جیسے ہی تم اپنی امی سے میرا ذکر کروگے اور وہ میرا ہاتھ مانگیں گی عین اسی وقت یہ بات خبر بن جائے

www.urdugem.com

گی۔ امی انہیں بتادیں گی کہ میں مرگی کی مریضہ ہوں، پہلے تو وہ تمہیں ذلیل کریں گی کہ ایسی لڑکی سے شادی کی خواہش پالی اور پھر وہ سارے خاندان میں اس بیماری کا ڈھنڈورا پیٹیں گی کہ ان کے معصوم بیٹے کو ایک قابل نفرت بیماری میں مبتلا لڑکی نے اپنے جال میں پھنسا لیا۔" وہ مستقبل کی منظر کشی کرنے لگی، عبدالباری کو شدید غصہ آیا۔

"تم میری ممی کے بارے میں اتنی بدگمانی رکھتی ہو؟" اسے سچ مچ دکھ ہوا تھا۔

"اسے بدگمانی نہیں حقیقت پسندی کہتے ہیں۔" وہ دوبدو بولی۔

"میں وعدہ کرتا ہوں تم سے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اگر ایسا کچھ ہوا تو تم مجھے چھوڑ دینا۔" وہ لجاجت سے بولا۔

"میں امکانات کی بنیاد پر اپنی زندگی خراب نہیں کرسکتی۔ میں اس بیماری کا اشتہار نہیں لگوانا چاہتی۔ معاف کرو مجھے۔" اس نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"منتہیٰ۔۔۔ اگر میں اس بیماری میں مبتلا ہوتا تب تم کیا کرتیں یا کسی بھی ایکسیڈنٹ میں میرے ساتھ ایسا ہوجاتا تو؟" وہ جذباتی بلیک میلنگ پر اتر آیا۔ اسے ہر صورت منتہیٰ کے منہ سے ہاں کہلوانی تھی۔

"تو میں تمہیں چھوڑ دیتی۔ بلکہ میں تم جیسے مرد کے ساتھ دل ہی نہ لگاتی۔ بھلا جو خود کو نہیں سنبھال سکتا وہ مجھے کیا سنبھالے گا۔ ایک بیمار آدمی کو شادی کی خواہش رکھنی ہی نہیں چاہیے۔ تم اپنی یہ ڈائلاگز کی پوٹلی اٹھاؤ اور جاکر شانزے کے قدموں میں رکھ دو۔ وہ یقیناً بہت متاثر ہوگی۔" عبدالباری کا دماغ گھوم گیا۔ وہ جاچکی تھی جبکہ عبدالباری سر پکڑ کر بیٹھا رہ گیا۔

☆☆☆

اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ ہر صورت منتہیٰ کو منائے گا لیکن اس رات کے بعد سے وہ اس کے سامنے آنے سے بھی کترانے لگی تھی۔ کھانے کی میز پر بھی وہ اس کی طرف دیکھنے سے اجتناب برتتی۔ شانزے آتی تب وہ اس کے پاس بیٹھ جاتی لیکن جیسے ہی عبدالباری کی آمد ہوتی وہ فرار کی راہ اختیار کرتی۔ ایک روز شانزے اور ممتاز دونوں ہی ایک ساتھ ان کے گھر آئیں۔ منتہیٰ اس وقت ٹی۔ وی دیکھنے میں مصروف تھی۔ اس کے لمبے بال کھلے ہوئے تھے اور دوپٹا حسب عادت پاس پڑا تھا۔ ٹی وی پر کوئی بہت ہی ڈراؤنا سین چل رہا تھا۔ وہ اتنی مگن تھی کہ ان دونوں کو آتے ہوئے بھی نہ دیکھ پائی۔ دوسری جانب عبدالباری سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اس نے جب صورت حال دیکھی تو ان دونوں کو اشارہ کرکے خاموش رہنے کا کہا۔ شانزے بھانپ گئی تھی کہ اب وہ منتہیٰ کے ساتھ کوئی شرارت کرے گا اور وہی ہوا۔ اس نے صوفے کے پیچھے کھڑے ہوکر اتنی بھیانک آواز نکال کر چیخ ماری کہ منتہیٰ کے منہ سے بھی ایک دلدوز چیخ نکلی اور وہ بری طرح اچھلی۔ پیچھے دیکھا تو وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہورہا تھا۔ منتہیٰ زرد چہرہ لیے پہلے تو اسے دیکھتی رہی اور پھر اچانک ہی میز پر رکھا جوس کا پورا جگ اس پر الٹ دیا۔ عبدالباری اسے جواباً کچھ کہہ بھی نہ پایا، منتہیٰ کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ مگر وہ وہاں سے اٹھ کر گئی نہیں بلکہ پھر سے فلم دیکھنے لگی۔ شانزے نے جب یہ سین دیکھا تب اس کی ہنسی کی جلترنگ پورے گھر میں گونج اٹھی۔ وہ ان دونوں کی موجودگی سے بالکل ہی انجان تھی۔ ساتھ میں جب ممتاز کو دیکھا تو اپنی حرکت پر سخت شرمندہ ہوئی۔

"السلام علیکم۔ آپ لوگ کب آئے؟" اس نے ایک دم گھبراتے ہوئے ٹی وی بند کیا۔

"بس ابھی ابھی۔" شانزے نے ہنستے ہوئے کہا۔ عبدالباری جوں کا توں کھڑا تھا۔ اسے بالکل بھی یہ امید نہیں تھی کہ وہ جوس سے اس کی تواضع کرے گی۔

"تم کیا اسی حالت میں رہنے والے ہو؟ جاؤ جا

کر چینج کرو۔" شانزے نے اسے یونہی کھڑے دیکھ کر کہا۔

"میں امی اور مامی کو بتا کر آتی ہوں۔" عبدالباری کے گھورنے پر وہ پریشان ہوکر بھاگی۔ وہ اس کے پیچھے گیا۔

"مجھے تو ان دونوں کے تیور بالکل ٹھیک نہیں لگ رہے۔" ممتاز کو ایک دم غصہ آگیا تھا۔ ان کے جاتے ہی وہ بول اٹھیں۔

"امی سب کچھ آپ کے سامنے ہی تو ہوا تھا۔ منتہیٰ کو ایسی شرارتیں بالکل پسند نہیں، وہ عبدالباری سے چڑتی ہے۔" اس نے انہیں تسلی دی۔

"عبدالباری تو نہیں چڑتا۔" ممتاز نے ایک اور نقطہ نکالا۔ شانزے بھلا کیا کہتی۔ وہ اس کی دلچسپی محسوس کرچکی تھی لیکن پھر بھی دل تھا کہ اس بات پر یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔ اسے یقین نہیں تھا صرف شک تھا اور یہ شک ہی اس کے دل کی حالت بالکل بدل دیتا تھا۔ ٹینشن اور گھبراہٹ اس پر ایک دم حملہ آور ہوجاتی۔ اب بھی یہی ہوا تھا لیکن ملکہ کے آجانے سے وہ اپنی توجہ کا محور بدلنے میں کامیاب ہوگئی۔ لیکن وہ عبدالباری کی غیر موجودگی محسوس کررہی تھی جو کہ اوپر منتہیٰ کا دماغ خراب کررہا تھا۔

"میں نے صرف ڈرایا ہی تھا تمہیں۔ تم نے مجھ پر پورا جوس سے بھرا جگ انڈیل دیا۔ ایسا کرتے تمہیں ذرا بھی شرم نہ آئی؟" اس نے چہرے پر غصہ بھرا۔

"تم اتنے بڑے ہوچکے ہو، زیبرے جیسے قد اور ہاتھی جتنا وزن رکھ کر بھی یہ چار پانچ سال کے بچوں جیسی حرکتیں کرتے تمہیں شرم نہیں آتی۔ اور یہاں آکر تم مجھے غصہ دکھا رہے ہو؟" منتہیٰ اس سے بھی زیادہ غصے سے بولی۔

"کروں گا ایسی حرکتیں کیا کرلوگی؟" وہ ڈھٹائی سے بولا۔ کپڑے اب تک جوس سے بھرے تھے، اور بال بھی گیلے ہورہے تھے، منتہیٰ نے سخت برا منہ بنا کر اسے دیکھا۔

"تم کچھ زیادہ فری ہونے لگے ہو۔ جاؤ جاکر نہاؤ۔" وہ بول کر باہر جانے لگی۔

"نہیں جارہا، نہیں نہاؤں گا۔ اور جہاں تک فری ہونے کی بات ہے تو اس میں دن بہ دن اضافہ ہی ہوگا آفٹر آل تم میری ہونے والی بیوی ہو۔" اس کی ڈھٹائی پر منتہیٰ کو حیرت ہورہی تھی ساتھ ہی ساتھ اس کی یہ شوخیاں بھی ناقابل ہضم تھیں اس کے لیے۔

"تم اپنی بکواس بند رکھو۔" وہ ایک دم تپ گئی۔

"یہ بکواس نہیں۔ دن میں جتنی بار میرا تمہارا سامنا ہوگا میں یہی بات کروں گا تم سے۔" وہ باز نہ آنے کا ارادہ کرچکا تھا۔

"باز نہیں آؤ گے تو اپنے دانت تڑواؤ گے۔" وہ بپھر کر بولی۔

"کھڑا ہوں تمہارے سامنے۔ توڑ دو دانت۔" منتہیٰ نے اسے خون خوار نظروں سے دیکھا۔

"تمہیں میرے حوالے سے اتنی خوش فہمیاں کیوں ہیں؟ تمہیں کیا لگتا ہے تم ڈھٹائی کی ساری حدیں پار کرتے جاؤ گے اور میں جواب میں خالی خولی دھمکیاں ہی دوں گی؟ میں جو کہتی ہوں میں وہ کرنے کی ہمت بھی رکھتی ہوں۔ بھری جوانی میں نقلی دانت لگوانے پڑ جائیں گے تمہیں اس لیے حد میں رہو۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔ عبدالباری نے اس کی انگلی پکڑ لی۔

"میں اب حد میں نہیں رہوں گا منتہیٰ۔ میں تم سے شادی کرکے رہوں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ منتہیٰ نے انگلی چھڑانے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوگئی۔ اپنی بے بسی پر اسے اتنا غصہ آیا کہ اس نے سچ مچ اسے گھونسا مارنے کا سوچ لیا۔ جونہی اس نے اس کے دانتوں پر مکا مارنے کی کوشش کی، عبدالباری نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا۔

"تم جو چاہے مرضی توڑ لو منتہیٰ لیکن پلیز میرا دل مت توڑو۔ بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے۔ بہت زیادہ۔ مجھے ابھی اور بہت سے محاذوں پر لڑنا ہے۔ تم ساتھ نہیں دے سکتیں تو کم از کم راہ کے پتھروں میں

www.urdugem.com

CamScanner

اضافہ تو مت کرو۔" اس نے کچھ اس انداز سے کہا کہ منتہیٰ کی نظریں جھک گئیں۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا تھا۔ اس نے تیزی سے اپنے ہاتھ چھڑائے اور وہاں سے نکل گئی۔ عبدالباری وہیں کھڑا رہ گیا۔

☆☆☆

اگلے روز ممتاز پھر سے آن موجود تھیں۔ آج ان کا رویہ حد سے زیادہ دوستانہ تھا۔ منتہیٰ کو دیکھ کر عموماً ان کے چہرے پر ناگواری پھیل جاتی تھی لیکن آج وہ اس سے بہت ہی خوش اخلاقی سے ملیں۔ ابھی وہ حیران ہو ہی رہی تھی کہ ممتاز نے بات شروع کی۔ اس وقت وہاں ملکہ، سلیقہ اور مومنہ بھی موجود تھی۔ ملکہ نے مومنہ کی دو سے تین بار ایسی کلاس لی تھی کہ اسے اپنے رویے میں لچک دکھانی ہی پڑی تھی۔ پھر جب سے سلیقہ آئی تھیں، مومنہ اپنے وقت کا کچھ حصہ ان کے ساتھ گزار کر ان کے ماضی کے بارے میں کچھ نہ کچھ پوچھتی رہتی تھی، جنہیں سننے کے بعد سے مومنہ کے مزاج میں ٹھہراؤ آتا جا رہا تھا۔ ملکہ اب پھر سے اس کی شادی کا سوچ رہی تھیں۔ سلیقہ کے آنے سے پہلے وہ جتنی پریشان تھیں، اب اتنا ہی خوش تھیں۔ اور جو جائیداد کے حوالے سے ان کے دل میں بے ایمانی پیدا ہوئی تھی وہ مکمل طور پر ختم تو نہیں ہو پائی مگر کم ضرور ہو چکی تھی۔

ممتاز نے اپنی آمد کا مقصد ان کے سامنے رکھا تو سب سے پہلے مومنہ نے لب کشائی کی۔

"خالہ۔ اگر یہ رشتہ اتنا ہی اچھا ہے تو آپ شانزے کی بات وہاں کیوں نہیں چلاتیں؟ شانزے منتہیٰ سے عمر میں بڑی بھی ہے اور اپنی تعلیم مکمل بھی کر چکی ہے۔ جبکہ منتہیٰ کو ابھی تعلیم مکمل کرنی ہے۔"

اس نے نہایت نرمی اور تمیز سے اپنی بات کا اظہار کیا۔ بات اتنی معقول تھی کہ کسی نے بھی اسے ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ ممتاز کا دل کھول کر رہ گیا۔

"میں نے پہلے شانزے کا ہی سوچا تھا لیکن وہ فی الحال شادی کے لیے راضی نہیں۔ ابھی کچھ وقت بزنس کے اسرار و رموز سیکھنا چاہتی ہے۔ میری بچی بہت ٹیلنٹڈ ہے، اپنے کیریئر کے حوالے سے بہت سنجیدہ ہے۔ لوگوں جیسی نہیں کہ تعلیم ادھوری چھوڑ کر شادی کے لیے اتاؤلا پن کرے۔" ممتاز بھی اسی کی خالہ تھیں۔ جھٹ سے اسے طعنہ مار دیا۔ مومنہ کو شدید برا لگا، اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ پاس بیٹھی سلیقہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔ اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر ممتاز کو۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ مجھے شادی کا بہت شوق تھا، شادی کر کے شوق پورا کر لیا میں نے، اب پھر سے اپنی ادھوری تعلیم مکمل کر رہی ہوں۔ لیکن ہماری منتہیٰ کو فیشن ڈیزائنر بننا ہے۔ اور اسے شادی جیسی خرافات میں وقت سے پہلے دلچسپی لینے کا شوق بھی نہیں۔ اس لیے آپ انہیں کوئی اور لڑکی دکھا دیں۔" وہ مزے سے بولی۔

"تم چپ کرو مومنہ! ممتاز' منتہیٰ کا تو ابھی رزلٹ بھی نہیں آیا اور ویسے بھی اتنے سال یہ ہم سے دور رہی ہے۔ ہم نے تو اسے ابھی جی بھر کر دیکھا بھی نہیں۔ اتنی جلدی شادی وغیرہ کے کسی بھی معاملے کو ہم چھیڑنا نہیں چاہتے۔ ہاں اگر چاہو تو تم مومنہ کی مرضی پوچھ لو۔ اگر اسے لڑکا پسند آ جائے تو ہم باقی معاملات کے حوالے سے سنجیدہ ہو جائیں۔"

مومنہ نے شدید ناراضی سے ماں کو دیکھا۔ منتہیٰ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا اٹھی۔ ممتاز کو اس کی مسکراہٹ سے عجیب سی نفرت محسوس ہوئی۔ اگر یہ لڑکی نہ آتی تو کتنی آسانی سے ان کی بیٹی اس گھر کی بہو بن جاتی۔ ایک بے حد امیر اور خوب صورت داماد انہیں مل جاتا، وہ جو مرضی چاہے شرطیں منوا سکتیں۔ ان کی بیٹی کی خواہش بھی پوری ہو جاتی اور ان کے گرتے بزنس کو بھی مضبوط سہارا مل جاتا۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ اگلے چکر میں ہی ان سے ایک بار پھر شانزے اور عبدالباری کی شادی کی بات کریں گی لیکن ایسا موقع آیا ہی نہیں۔ اس سے پہلے ہی......

☆☆☆

یہ لڑکی اس کی سوچ سے کہیں زیادہ ٹیڑھی تھی۔ اس کے اتنے سختی سے انکار کے باوجود بھی عبدالباری کو کہیں نہ کہیں دل میں کچھ تو ایسا مثبت اشارہ محسوس ہوتا تھا کہ اس کی ہمت نہیں ٹوٹی۔ مومنہ نے اسے رشتے والی بات سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔ اگلے ہی روز اس نے ان کے سامنے یہ بات رکھ دی... منظور صاحب کی موجودگی کے باعث ملکہ کو خاموش رہنا پڑ رہا تھا. دو سے تین دفعہ تو انہوں نے عبدالباری کو شک کی نظر سے بھی دیکھ لیا تھا.. بھلا ایسا کیونکر ممکن ہے کہ دنیا جہان کی حسین لڑکیاں چھوڑ کر وہ ایک بیمار لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو گیا؟ لڑکی بھی وہ جو اسے گھاس بھی نہیں ڈالتی تھی اور دس بار اس کے منہ پر صاف انکار بھی کر چکی تھی. انہیں اپنے بیٹے کی دماغی حالت پر سچ مچ شک ہوا. لیکن یہ معاملہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس پر گل افشانی کرتیں۔ منظور صاحب کو جب سے اپنی بچھڑی بہن اور بھانجی ملی تھی تب سے وہ محبتوں کے دریا بہا رہے تھے.. اتنے سالوں کی کسر وہ شاید ان دنوں ہی پوری کرنا چاہتے تھے۔

منتہیٰ کی بیماری کا سن کر تو ملکہ کو بھی اچھا خاصا دکھ ہوا تھا، منظور صاحب کی آنکھیں بھر آئی تھیں. ان کی بہن نے کتنے تکلیف بھرے دن گزارے ہوں گے۔ ایسے دن جن میں انہیں اپنے اکلوتے رشتے کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہو گی لیکن وہ ناراضی میں ڈوبے ہر چیز سے لاپروا رہے. پلٹ کر بھی دیکھا تک نہیں، اس بات کا ملال شاید ساری عمر ہی رہتا... عبدالباری نے اپنا دل کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"نہ تو منتہیٰ اس رشتے کے لیے راضی ہے اور نہ ہی پھپھو تھیں۔ لیکن میں نے پھپھو کو راضی کر لیا ہے۔ آپ بس کسی بھی طرح اسے منا لیں پاپا۔ میرے لیے دنیا کی سب سے قیمتی لڑکی بس وہی ہے۔" وہ ہمیشہ سے ہی ماں باپ کے سامنے بہت تول کر بات کرتا تھا لیکن دل کو ایسا دھڑکا تھا کہ وہ سب کچھ بول گیا. منظور صاحب کے چہرے پر بے اختیار ہی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم پریشان مت ہو. جب سب راضی ہیں تو وہ بھی مان جائے گی۔ میں بات کروں گا اس سے۔" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا..

ملکہ کو ان کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی تھی. ان کے ماتھے کی تیوریوں کو منظور صاحب نے ہرگز نظر انداز نہیں کیا۔

"تمہیں کیا اعتراض ہے اور کس بات پر ہے؟" انہوں نے بنا کسی لگی لپٹی رکھے بغیر ان سے براہ راست پوچھا

"اگر بات صرف عبدالباری کی ہو تو اس بارے میں سوچا جا سکتا ہے لیکن اس کی آنے والی نسل. اس کا تو کچھ سوچیں. بھانجی کی محبت میں ایسا فیصلہ ہرگز مت کریں جو مستقبل کے لیے مستقل عذاب بنے... پہلے بیوی کو سنبھالے گا بعد میں مرگی میں مبتلا بچوں کو بھی۔" ان کی بات پر عبدالباری نے تڑپ کر اپنی ماں کو دیکھا۔

"یہی بڑے بول ہوتے ہیں جو آگے ہماری زندگی کو مشکلات میں دھکیل دیتے ہیں۔ تمہیں یاد ہو گا جب سلیقہ نے مجھ سے اپنے کیے کی معافی مانگی اور مجھ سے یہ کہا کہ بہن نہیں' بیٹی سمجھ کر معاف کر دیں تب میں نے کتنا اکڑ کر اس سے یہ کہا تھا کہ اگر میری بیٹی نے بھی یہی حرکت کی تو میں اسے زندہ دفنا دوں گا، اگر اس وقت میں یہ نہ کہتا تو شاید یہ سب کبھی نہ ہوتا۔ خدا نے بھی شاید مجھے آزمایا تھا کہ اب دفنا کر دکھاؤ بیٹی کو لیکن مجھ سے اس کے آنسو بھی نہ دیکھے گئے۔ اور میں نے اسے معاف کر دیا۔ یہی وہ فرق ہے جس نے مجھے اب تک شرمندگی میں مبتلا کر کے رکھا ہے۔"

منظور صاحب نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کر کے بولنا شروع کیا۔

"وہ معاملہ بالکل الگ ہے۔ اور یہ مسئلہ قطعاً مختلف۔"

"بیگم ایک بات بتاؤ.. کمال کے بچے یاد ہیں تمہیں؟ وہی کمال جو تمہارا ننھیالی رشتہ دار ہے... ان

www.urdugem.com

CamScanner

کے خاندان میں کس کے گھر معذور بچے پیدا ہوئے تھے سوائے ان کے؟ کیا اس نے ان معذور بچوں کی پیدائش کے جرم میں بیوی کو طلاق دے دی یا ان کی پرورش نہیں کی؟ خدا نے ایک بیماری دی ہے تو اس کا علاج بھی بھیجا ہے... اگر کوئی ایسی بیماری میں مبتلا ہے جو موروثی بھی ہو سکتی ہے تب بھی ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم ان کی فکر بھی اپنے سر لے لیں جو ابھی اس دنیا میں آئے ہی نہیں؟ ایک ایسی عورت جس کے وجود میں کینسر ہے، وہ بھی ایک صحت مند بچہ پیدا کر سکتی ہے تو پھر خدا کی رحمت سے انکاری کیوں؟ میں نے خود کئی ایسے جوڑے دیکھیں ہیں جو مرگی کے مرض میں مبتلا ہیں لیکن خدا نے انہیں صحت مند اولاد سے نوازا ہے... کیا تم اپنے دماغ میں آنے والی سوچوں اور خوف کو خدا کی رحمت سے بھی بڑا سمجھتی ہو؟'' ملکہ نے فوراً استغفار پڑھتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''بہت محبت ہے نا تمہیں اپنے بیٹے اور اس کی آنے والی نسل سے؟ تو اس محبت کا ثبوت اسے سپورٹ کر کے دو... ان کی خوش حال اور تکلیفوں سے پاک زندگی کے لیے ڈھیروں دعائیں کرو.. اور خبردار اس بارے میں تم کسی سے کچھ نہیں کہو گی... اپنی بہن سے بھی نہیں۔ نہ ہی شانزے سے... کوئی منتہیٰ کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھے مجھ سے یہ بالکل برداشت نہیں ہوگا۔''

ملکہ جنہوں نے چند سیکنڈز میں ہی سوچ لیا تھا کہ وہ ہر حد پار کر کے بھی اس رشتے کی مخالفت کریں گی... شوہر کی باتوں کی قائل ہو گئیں... دل اب بھی راضی نہیں تھا لیکن زندگی میں بہت کچھ ایسا بھی ہوتا ہے جس کے لیے دل راضی نہ بھی ہو تب بھی اس کام کے ہونے کی دعا کرنا سود مند ہوتا ہے۔ اور ابھی کچھ عرصے پہلے ہی تو مومنہ کا مسئلہ ہوا تھا۔ اس واقعے کو منظور صاحب نے اپنی اس بات سے جوڑ دیا تھا، اس چیز نے انہیں بالکل ہی خاموش کر دیا۔

کچھ دن تو خاموشی چھائی رہی... ملکہ خود کو راضی کرنے میں مصروف رہیں.. سچ تو یہ تھا کہ سلیقہ نے کبھی بھی ان کے کسی بھی معاملے میں دخل نہیں دیا تھا.. اور اب واپس آ جانے کے بعد بھی وہ کم ہی کسی معاملے میں کچھ کہتی تھیں... منتہیٰ کی شکل تو ماں جیسی تھی لیکن مزاجاً وہ انہیں سخت سی لگتی لیکن بدتمیز وہ بالکل نہیں تھی... امتحانات کے بعد بھی انہوں نے اسے مصروف ہی پایا۔

وہ اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف رہتی.. نوکروں کے ساتھ بھی اس کا رویہ بہت اچھا تھا لیکن انہوں نے یہ بات بھی نوٹ کی تھی کہ وہ کسی بھی کام والی کو فری نہیں ہونے دیتی تھی... ایک حد میں رکھتی، وہ حد جو عزت یا رعب کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ انہوں نے اسے اتنے عرصے میں کچن کے قریب بھٹکتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وجہ اب معلوم ہوئی.. وہ اس میں موجود خامیاں تلاش کر رہی تھیں لیکن ایک بھی قابل گرفت خامی انہیں نہ ملی... اگر وہ اس بیماری کو بھول جائیں تو منتہیٰ ان کے بیٹے کے لیے بہترین تھی... لیکن وہ یہی ایک بات بھول نہیں پا رہی تھیں.. یہ ایک بات ان سے نظر انداز بھی نہیں ہو رہی تھی... وہ شوہر کے سامنے اس بات کا اقرار کر چکی تھیں کہ وہ اس رشتے سے خوش نہیں لیکن یہ بھی کہا کہ وہ اس سارے معاملے میں کوئی بھی منفی رویہ نہیں اپنائیں گی.. وہ اسی بات پر بے حد خوش ہو گئے تھے اور دیر تک ان کا شکریہ ادا کرتے رہے تھے۔

وہ دل ہی دل میں خوب شرمندہ بھی ہوئیں لیکن تھیں تو انسان ہی۔ منظور صاحب نے ان کی لاکھ منتوں کے بعد ہی مومنہ کی شکل دیکھنے کی حامی بھری تھی اور اس کا کمزور چہرہ دیکھ کر وہ دل کو سخت نہیں کر پائے تھے۔ ٹھیک اسی طرح اب وہ بھی دل کو سخت نہیں کر پا رہی تھیں۔ ایک بات منظور صاحب نے مانی، ان کا مان رکھا، اب انہیں بھی یہی کرنا تھا۔

☆☆☆

منتہیٰ اب کم ہی نیچے آتی... آتی بھی تو ایسے وقت جب عبدالباری غیر موجود ہوتا۔ ممتاز اپنی بہن سے دوبارہ بات کرنے کی خواہش میں تھیں لیکن جب

بھی وہ گھر آتیں مومنہ ہمہ وقت وہیں موجود رہتی اور ساتھ ہی زبردستی سلیقہ کو بٹھائے رکھتی۔ وہ بات کر ہی نہ پاتیں۔ مومنہ نے ان کے ارادے بھانپ لیے تھے اسی لیے تو سائے کی طرح ماں سے چپکی رہتی کہ کہیں وہ بدل نہ جائیں۔ اسے شانزے سے اب کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن وہ اپنی پھپھو کی محبت میں مبتلا ہو چکی تھی، ممتاز اور سلیقہ کے رویئے کا فرق اسے بہت محسوس ہوتا، وہ از خود سلیقہ کی جانب کھنچتی چلی جاتی اور جب سے اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ عبدالباری منتہیٰ کے عشق میں ڈوب چکا ہے، اسے ممتاز کا ہر انداز ہی مشکوک لگتا۔

منظور صاحب نے اب تک اپنی بہن سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ملکہ پہلے خود کو راضی کر لیں پھر ہی وہ اس بارے میں سلیقہ سے بات کریں گے.. فیصلہ تو جو ہو چکا تھا، وہی رہنا تھا لیکن وہ انہیں وقت دے رہے تھے تاکہ وہ خود کو تیار کر لیں۔

یہ بھی اچھا ہے، بہتر ہے.. انہوں نے دل ہی دل میں خود کو تسلی دی... ان کے لیے اس بات کے لیے خاموشی اختیار کرنا ہی بہت مشکل کام تھا... وہ بغیر کچھ سوچے ہی اوپر آ گئیں... ان کا رخ منتہیٰ کے کمرے کی جانب تھا... دروازہ کھلا تھا لیکن وہ غیر موجود تھی۔ ایک کونے میں بڑی سی ٹیبل پر ڈھیر سارا سامان پڑا تھا... وہ کمرے کو غور سے دیکھتی اس میز کے قریب آ گئیں.. سامنے ہی دیوار پر موجود ریک پر نقلی گھاس پر دو چھوٹے چھوٹے خرگوش موجود تھے.. یہ بھی اون کے موٹے دھاگے سے بنائے گئے تھے لیکن انہیں بنا نہیں گیا.. انہیں بنانے کے لیے دوسرا طریقہ استعمال کیا گیا تھا... ایک کونے میں سنو مین بھی بنا کر رکھا تھا.. انہوں نے بے حد حیران ہو کر اس سنو مین کو دیکھا... غور سے دیکھنے پر انہیں علم ہوا کہ یہ تو سفید جراب سے بنایا گیا ہے... انہیں ہنسی آ گئی۔ اسی وقت منتہیٰ کمرے میں داخل ہوئی... انہیں اپنے کمرے میں موجود چیزوں کی طرف متوجہ دیکھ کر وہ حیران ہوئی... اسے لگا کہ وہ ضرور اس سے کوئی بات کرنے آئی ہیں... اس کے دماغ میں جھماکا ہوا... ناپسندیدہ بہو کو بیٹے سے دور کرنے کے لیے بہو کے پاس جا کر ہی اسے دو چار دھمکیوں سے نواز کر اس مسئلے سے جان چھڑانے تو نہیں آ گئیں؟

شکر ہے کہ کوئی بھی آپ کی سوچیں پڑھنے پر قادر نہیں، ورنہ صرف سوچوں کو ہی بنیاد بنا کر فساد برپا ہوتے۔

اس کی موجودگی محسوس کر کے انہوں نے اس کی طرف دیکھا.. ان کے دیکھتے ہی منتہیٰ مسکرائی..

''آپ کب آئیں؟'' وہ حیران تھی۔

''بس ابھی کچھ ہی دیر ہوئی ہے۔ تمہارے مشاغل بہت اچھے اور کیوٹ ہیں.. ان پیارے پیارے خرگوشوں کو دیکھ کر تو ایک بار میرا دل چاہا کہ ان کو گود میں لے لوں۔'' ان دونوں کی کوئی دشمنی نہیں تھی لیکن ملکہ نے کبھی بھی اس طرح کھل کر تعریف نہیں کی تھی۔ اسی لیے منتہیٰ کو حیرت ہوئی...

''یہ تو بہت ہی آسانی سے بن جاتے ہیں اور جلدی بھی۔ وہاں حیدرآباد میں جب میں چھوٹی تھی تب میری طبیعت ہر ہفتے دو ہفتے بعد خراب ہو جاتی.. کبھی باہر گلی کے بچوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے دورہ پڑ جاتا کبھی اسکول جاتے ہوئے۔ اس مسئلے کی وجہ سے بہت سے بچے جو میرے دوست تھے، وہ دوست نہ رہے۔ تنہائی کی وجہ سے میں اداس رہتی، اس سے میری طبیعت مزید خراب ہو جاتی.. پھر ایک دن ہمارے محلے کی ایک بوڑھی خاتون جنہیں ہم سب مائی تگی کہتے تھے وہ آئیں۔ وہ میرے لیے ایک جوڑا اسلوانا چاہتی تھیں۔ انہوں نے میرے لیے سفید قمیص پر اپنے ہاتھوں سے بہت خوب صورت کڑھائی کی تھی۔ اس جوڑے کو دیکھ کر میرا دل چاہا میں بھی کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے کوئی چیز بنا کر تحفے میں دوں۔ کیا وہ بھی اتنا ہی خوش ہوگا جتنی کہ میں ہوئی؟ اس دن کے بعد سے میں روز مائی تگی کے گھر جانے لگی.. تھوڑی سمجھ دار ہوئی تو انہوں نے اپنا سارا ہنر میری

www.urdugem.com

CamScanner

ان انگلیوں میں پرو دیا. لیکن یہ باقی چیزیں تو میں نے انٹرنیٹ سے دیکھ کر بنانا سیکھی ہیں.." اس نے اس بوڑھی کو یاد کرتے ہوئے داستان سنائی.. مائی تگی کا وہ جھریوں سے بھرا کھڑے نقوش والا حسین چہرہ اس کی نظروں میں گھوم گیا۔"میں آج تک یہ بات جان نہیں پائی کہ اس مصروفیت کی بدولت میری طبیعت میں بہتری آئی یا پھر وہ جو پورا وقت مجھ پر کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونکتی رہتی تھیں اس سے یہ دورے کم ہوئے.." وہ ان سے پہلی بار یہ ساری باتیں شیئر کر رہی تھی. پہلے کبھی وہ اس کے پاس اکیلے بیٹھی ہی نہیں تھیں.. ہمیشہ کوئی نہ کوئی پاس ہوتا تھا. آج اکیلے میں وہ پہلی بار ان سے مخاطب تھی۔

"خدا کے کلام میں بہت طاقت ہوتی ہے۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"واقعی ایسا تو ہے. اس نے بھی تائید کی۔

پھر انہوں نے اس سے کافی دیر باتیں کیں جاتے ہوئے انہوں نے اس کے گال کو چھوتے ہوئے کہا..

"مجھے تمہیں اپنی بہو بنا کر بہت خوشی ملے گی۔" یہ جملے اس کے لیے بالکل ہی غیر متوقع مگر خوشی سے بھرپور تھے۔

وہ کتنی ہی دیر ان کی طرف ناقابل یقین نگاہوں سے دیکھتی رہی... وہ چلی گئیں.. جبکہ منتہیٰ ایک ایسی کیفیت کے زیر اثر تھی جسے آج سے پہلے اس نے کبھی محسوس نہیں کیا... اسے یوں لگا جیسے اس کا بدن روئی کا گولا ہے اور وہ ہوا میں تیرتی پھرتی ہے.. اس نے خوشی کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے گول دائرے میں چکر لگائے.. کھلکھلائی، ہنسی، کھڑکی کھول کر ہوا کی تازگی محسوس کرتے ہوئے اس نے اسے خوشبوؤں سے معطر پایا... جب دل خوش ہو تب ہر چیز ہی مہکی مہکی لگتی ہے.. تو ثابت ہوا کہ اسے عبدالباری سے شادی کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا، اسے ریجیکٹ ہونے کا خوف تھا اور جب آج اسے پسندیدگی کی سند مل گئی تو وہ ہر چیز بھول گئی... دروازے میں کھڑی سلیقہ اسے اس قدر خوش دیکھ کر حیران تھیں... کیا اس کے دل میں بھی عبدالباری کی محبت نے گھر کرلیا تھا؟ کیا وہ بھی اسی شدت سے چاہتی تھی جتنی شدت انہیں عبدالباری کے لب و لہجے اور انداز میں محسوس ہوئی؟

وہ وہاں سے چلی آئیں.. ان کا دل رونے لگا تھا.. اگر ملکہ اسے قبول نہ کرتیں تو ان کی بچی اپنی ساری زندگی دل مار کر جیتی..

اس رات وہ جاگتی رہیں اور منتہیٰ کی خوشیوں بھری زندگی کے لیے دعائیں مانگتی رہیں... جبکہ منتہیٰ. وہ ایک بہت ہی پرسکون نیند سوئی تھی.. وہ اتنی خوش تھی کہ دوا لینا بھی بھول گئی لیکن حیرت انگیز طور پر اس کی طبیعت بالکل بھی خراب نہیں ہوئی...

☆☆☆

ایک ہفتے بعد ان کا رشتہ طے ہو جانے کا اعلان کردیا گیا۔ ملکہ کی بہن ممتاز نے سخت غصے کا اظہار کیا۔ وہ انتہائی غصے سے ان کے گھر آئی تھیں۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میری شانزے تمہارے بیٹے کو بچپن سے پسند کرتی ہے۔ پھر بھی تم نے اس کا رشتہ اپنے شوہر کی بھانجی سے طے کردیا؟ میری بیٹی سے زیادہ عزیز ہوگئی ہے وہ تمہیں؟" وہ سخت دکھ اور تکلیف میں تھیں۔ ملکہ جانتی تھیں کہ ایسا موقع آئے گا اور انہیں اپنی صفائیاں دینی پڑیں گی۔ شانزے نے تو ان سے کوئی گلہ نہیں کیا تھا۔

"مجھے آج بھی شانزے سے زیادہ کوئی بھی عزیز نہیں لیکن میں عبدالباری کی مرضی کے آگے اپنی خواہش نہیں رکھ سکتی.. منتہیٰ جب یہاں نہیں تھی تب بھی میں نے تم سے یہی کہا تھا کہ اگر عبدالباری کی مرضی ہوئی تو ہی میں رشتے کی بات چھیڑوں گی.. میں نے اس وقت بھی تمہیں کوئی آسرا یا دلاسا نہیں دیا... جہاں تک شانزے کی بات ہے تو میں اس کے دل کی حالت سے واقف ہوں لیکن ایک اس کی خواہش کی تو بات نہیں. اس کی محبت یک طرفہ ہے جب کہ منتہیٰ بھی عبدالباری کو پسند کرتی ہے.. مجھے تمہارے غصے کی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی۔ کیا عبدالباری نے شانزے سے محبت کا ڈھونگ رچایا ہے؟ اس سے جھوٹے وعدے کیے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو بولو میں آج ابھی اسی وقت اس کا نکاح شانزے سے کرواؤں گی.. لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو تمہیں اپنا دل بڑا کرنا ہوگا. اس حقیقت کو سمجھنا ہوگا کہ ہمیشہ ہماری مرضی اور خواہش کے مطابق ہی ہر کام نہیں ہوتا.. کچھ چیزیں ہماری منشا کے الٹ بھی ہوتی ہیں۔

عبدالباری صرف میرا بیٹا نہیں تمہارا بھانجا بھی ہے... تمہیں شانزے کا دکھ ہوگا لیکن اپنے بھانجے کی خوشی کو بھی نظر میں رکھنا ہے، کیونکہ تمہاری محبت صرف شانزے کے لیے نہیں ہے، میرے عبدالباری کا بھی حق ہے اس میں..."

ممتاز چپ رہ گئی تھیں... وہ مزید کچھ کہنے کے قابل نہیں تھیں لیکن وہ وہاں رکی بھی نہیں... منتہیٰ کو دیکھ کر جوان کے دل میں نفرت اٹھی تھی وہ انتہا کو پہنچ گئی... انہوں نے اسے ایک نگاہ دیکھا اور دوسری نگاہ ڈالے بنا ہی وہاں سے چلی گئیں۔

اب نجانے دل ہی دل میں مجھے وہ کتنی بددعائیں دے کر گئی ہوں گی۔ اس نے بے دلی سے سوچا اور نیچے آگئی جہاں ملکہ کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی تھیں... ان دونوں کی تمام گفتگو وہ سن چکی تھی اور واقعی بات بھی درست تھی، اسے حیرت ہوئی تھی کوئی اپنی محبت کا یوں بھی تماشا لگاتا ہے کیا؟

شانزے کو اس بات کا احساس کرنا چاہیے کہ وہ لڑکی ذات ہے.. اگر عبدالباری کو اس میں دلچسپی ہوتی تو وہ مجھ سے شادی کے لیے ضد کیوں کرتا؟ اسی کا ہاتھ کیوں نہ تھامتا؟ اس کی ماں اور اسے ان باریکیوں کا احساس کیوں نہیں یا پھر ان کی سوسائٹی میں یہ باتیں اتنی عام ہیں کہ کسی کی بھی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی۔

وہ یہ ہی سب سوچتی ہوئی باہر لان میں آگئی۔ لان میں کوئی بھی نہیں تھا. عبدالباری ان دنوں بے حد مصروف تھا اور اس نے شکر ادا کیا کہ وہ مصروف ہے... ورنہ وہ اسے اچھا خاصا پریشان کردیتا۔

اسے یاد کرتے ہوئے منتہیٰ کے چہرے پر بڑی پیاری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ عبدالباری، اس کی زندگی کا سب سے بڑا خواب، خدا یوں اتنی آسانی سے پورا کرے گا۔ لیکن یہ سچ ہونے والا تھا، اس خواب کو سچ ہونے میں محض چند ماہ ہی باقی تھے۔ ہر گزرتا دن منتہیٰ کی طبیعت میں بہتری کی نوید لا رہا تھا۔ اس کے چہرے کے حسن میں بے تحاشا اضافہ ہوا تھا۔ عبدالباری کو تو وہ پہلے بھی سب سے حسین لڑکی لگا کرتی تھی لیکن ان دنوں تو اس کا روپ ہی الگ تھا۔

اتفاقاً وہ اسی شام جلدی آگیا۔ رشتہ طے ہوجانے کے بعد ہی اس نے منتہیٰ کے کہے بغیر ہی لان میں جھولا لگوادیا تھا، وہ جب بھی لان میں آتی اسی جھولے پر بیٹھتی۔ باری نے اسے دیکھا اور فوراً ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" وہ اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بس یونہی دل چاہ رہا تھا تو آگئی۔ آج تم جلدی آگئے۔" اس سے بات کرتے ہوئے اب منتہیٰ کا لہجہ از خود نرم ہوجاتا تھا۔

"ہاں، میں کافی دن سے مصروف تھا، تم سے ٹھیک طرح بات بھی نہیں ہو پائی میری اس لیے میں نے سوچا کہ آج وقت نکال کر تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارا جائے۔" وہ مسکرایا۔

"میں کپڑے تبدیل کرلوں، پھر باہر چلتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟" منتہیٰ نے تھکی ہوئی شکل بنائی۔

"کیا ہوا؟ باہر نہیں جانا؟" اس نے پیار سے پوچھا، اسے بے اختیار ہنسی آگئی۔

"کبھی کبھی تم اس طرح سے بات کرتے ہو جیسے میں لڑکی نہیں کوئی ننھی بچی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لڑکیوں کا دل ننھی بچیوں جیسا ہی ہوتا ہے۔ پیار

www.urdugem.com
CamScanner

سے پگھل جاتی ہیں۔" اس کی آنکھیں جگمگانے لگیں۔

"لیکن میں تو تمہارے پیار سے نہیں پگھلی۔" وہ شرارت پر آمادہ تھی۔

"مجھ سے یا میرے پیار متاثر ہوئے بغیر بھی تمہیں مجھ سے محبت ہوگئی. اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مجھے۔" وہ نرمی سے بولا۔ منتہیٰ اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

"اتنی جلدی کوئی کسی سے اتنی محبت کیسے کرسکتا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ تو تم خود سے پوچھو۔" وہ ہنسا۔ منتہیٰ نے جھولے کی پشت سے سر ٹکا دیا. اسے بھی تو عبدالباری سے بے وجہ ہی محبت ہوئی. محبت بے وجہ ہی ہوتی ہے ہاں اسے برقرار رکھنے کے لیے وجوہات بہت ضروری ہیں۔

☆☆☆

اس شام کے بعد ہر شام وہ آفس سے جلدی آجاتا.

اس کے ساتھ وہیں بیٹھ کر باتیں کرتا. منتہیٰ چاہتی تھی کہ وہ شادی سے پہلے باہر گھومنے پھرنے کے سلسلے کو بند رکھیں۔

اس نے منتہیٰ کی بات مان لی... چوبیس گھنٹے میں سے صرف ایک گھنٹہ عبدالباری کے نام تھا کیونکہ نکاح کے بعد تو اس نے پوری زندگی ہی اس کے نام کردی تھی. دن بہت حسین تھے. بہت خوب صورت.. بہار کی رت جیسے. رنگین، کھلے کھلے، مہکے سے.. وہ ان کی خوشبو کو محسوس کرتے سرشار رہتی. وہ جھولے پر بیٹھی اس سے باتوں میں محو ہوتی تو اسے لگتا اس سے قیمتی لمحہ اس کی زندگی میں کبھی آ ہی نہیں سکتا. رات کو کھانے کی ٹیبل پر جب وہ سب کے ساتھ بیٹھی ہوتی، عبدالباری اسے چپکے چپکے دیکھتا تب وہ خود کو عجیب سے احساس میں مبتلا پاتی.. زندگی کی سب سے بڑی خوشی سے اس نے خود کو محروم سمجھا تھا لیکن خدا نے اسے محرم راز سے نواز دیا کیا اس دنیا میں اس سے بھی زیادہ کوئی خوش قسمت لڑکی موجود ہوگی؟ وہ اکثر سوچتی۔

جب سے اس کا رشتہ طے ہوا تھا شانزے سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی.. اس نے دوبارہ اس دروازے سے اندر قدم ہی نہیں رکھا تھا نہ ہی ممتاز بیگم آئیں. یہ خود ساختہ ناراضی تھی اور ملکہ اس سے اس قدر برہم تھیں کہ انہوں نے ایک کال بھی نہیں کی.. سلیقہ انہیں کئی بار کہہ چکی تھیں کہ وہ ان سے ایک بار بات کرلیں۔

"میں کسی صورت فون نہیں کروں گی.. بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی. انہیں اپنا ہی غم کھائے جارہا ہے. بچی کی سمجھ آتی ہے کہ اس کا دل ٹوٹا ہے. وہ دکھی ہوگی اس لیے اس نے آنا جانا بند کردیا. ممتاز کو کس بات کا غم ستا رہا ہے؟ پہلے ہی جب میں نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر عبدالباری کی رضا ہوگی تو میں ضرور شانزے کو بہو بناؤں گی۔ اس وقت ممتاز نے یہ بات کی کہ وہ جلد از جلد شانزے کا رشتہ طے کرنا چاہتی ہیں اس لیے وہ انتظار نہیں کریں گی۔ بلکہ مجھ سے تو یہ تک کہا کہ ایک جگہ وہ رشتے کی بات چلا رہی ہیں. میں نے تو تب بھی کوئی خفگی یا ناراضی ظاہر نہیں کی کہ ایک جانب وہ یہ بات کہہ رہی ہیں اور دوسری طرف وہ کسی اور جگہ رشتہ بھی طے کرنا چاہتی ہیں. میں نے یہی سوچا کہ شانزے راضی ہوگی۔

اب اگر عبدالباری چاہتا ہی نہیں تو کیا میں زبردستی اسے شانزے کے ساتھ باندھ دوں؟ اسے اپنی بیٹی عزیز ہے. میرا بیٹا کیا میرا سوتیلا ہے؟" وہ بہت جذباتی ہو رہی تھیں. سلیقہ نے تحمل سے ان کی بات سنی۔

"اب کیا خبر کہ شانزے گھر میں بہت روئی ہو. آخر بچپن سے وہ اسے پسند کرتی ہے. ماں کا دل ہے، دکھ گیا ہوگا تو انہوں نے یہ سب کہہ دیا. آپ کم از کم ایک فون تو کریں انہیں۔" وہ سمجھاتے ہوئے بولیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس موقع پر کسی بھی قسم کی کوئی بدمزگی ہو۔

"شانزے بچی ہے لیکن ممتاز کو تو عقل کرنی چاہیے... کم از کم بچی کو سمجھائے کہ یہ سب قسمت کا کھیل ہے. ماؤں کو ہی عقل نہیں، بچے کیا ان باریکیوں کو سمجھیں گے۔" وہ واقعی شدید غصے میں تھیں. سلیقہ چپ ہوگئیں لیکن کچھ دیر بعد انہوں نے پھر سے ذکر چھیڑا اور انہیں کال کرنے پر راضی کیا لیکن یہ غلط ہوا۔ کتنی ہی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔

سلیقہ کے کہنے پر ہی انہوں نے ممتاز کو فون کیا تھا۔ تین بار لگاتار فون کرنے کے بعد نجانے کیا سوچ کر انہوں نے چوتھی کال پر فون ریسیو کیا۔

"ہیلو۔" بہت ہی روکھا انداز تھا ان کا، ملکہ کا دل کچھ اور خراب ہوا۔

"کیسی ہو ممتاز؟ شانزے کا کیا حال ہے؟ بہت دن ہوگئے تم دونوں نے چکر ہی نہیں لگایا۔" انہوں نے بات شروع کی۔

"ملکہ ہو تو تم میری بڑی بہن لیکن مجھے تمہاری بے حسی پر بڑی حیرت ہوتی ہے، کیسی عورت ہو تم؟ میرے جلے پر نمک چھڑک رہی ہو؟" وہ بگڑ گئیں۔

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو تمہیں جلے پر نمک چھڑکنا لگا؟" انہیں تو سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا۔

"عبدالباری اچھی طرح جانتا تھا کہ شانزے اسے پسند کرتی ہے، پھر بھی اس نے یہ سب کیا۔ اور اگر تمہاری سپورٹ ہوتی تو وہ کبھی بھی اس کل کی آئی لڑکی سے شادی کی خواہش نہ کرتا۔ میں بس ایک ہی صورت مانوں گی۔ اگر تم عبدالباری کی شادی سلیقہ کے بجائے میری بیٹی سے کرو۔ شانزے نے مجھے خودکشی کی دھمکی دی ہے، اگر اسے کچھ ہوگیا تو میں تم سب کا جینا حرام کردوں گی۔" ان کی ڈیمانڈ سن کر تو ملکہ کا دماغ ہی گھوم گیا۔

"تم ماں بیٹی کو شرم ہے کہ نہیں؟ شانزے اسے پسند کرتی ہے تو یہ اس کا مسئلہ ہے۔ میرا بیٹا منتہیٰ سے پیار کرتا ہے۔ اور اگر میرا بیٹا، بلکہ بیٹے کو چھوڑو میری ہی مرضی نہیں تھی کہ میں شانزے کو بہو بناؤں، تو کیا تم دونوں میں اتنی سی بھی عزت نفس نہیں کہ اس بات کو محسوس کرکے ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ؟ اگر میں نہیں چاہتی تو بھی تم اپنی بیٹی کو میرے سر پر مسلط کروگی؟ ایسی کیا کمی ہے تمہاری بیٹی میں جو تم اس ایک گھر کے سوا کہیں اور اسے بیاہتے ہوئے ڈرتی ہو؟ اور زبردستی ہمارے حوالے کرنے کے لیے تماشا بنا کر بیٹھی ہو؟ بولو... جواب دو۔" انہوں نے غصے میں وہ سب بھی کہہ دیا جو نہیں کہنا چاہیے تھا۔ سلیقہ ایک طرف پشیمان ہوکر بیٹھ گئیں۔ اب انہیں افسوس ہو رہا تھا کہ کیوں انہوں نے ممتاز کو فون کرنے پر زور دیا۔ دوسری طرف مزید کچھ کہا گیا لیکن ملکہ نے غصے سے فون بند کردیا۔ ان کا بی پی ہائی ہونے لگا تھا اور چہرہ سرخ۔ سلیقہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھیں کہ وہ ملکہ کو نارمل کیسے کریں۔ کچھ دیر بعد انہوں نے خود ہی بولنا شروع کیا۔

"میں تو کبھی ممتاز کی خودغرضی محسوس ہی نہیں کر پائی، سگی بہن ہوکر وہ ایسی ذلالت پر اتر آئی ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ اس سے ہمیشہ کے لیے رشتہ توڑ دوں۔" انہوں نے سرخ چہرے کے ساتھ کہا۔ آنکھوں میں نمی در آئی۔ لیکن ایک بات تو تھی، اور وہ یہ کہ جب سے انہوں نے منتہیٰ کو دل سے قبول کیا تھا تب سے ایک بار بھی انہوں نے روز بروز بگڑتے حالات کو منتہیٰ یا عبدالباری کے سر ڈال کر مزید ٹینشن نہیں بنائی۔ بلکہ انہوں نے عبدالباری سے ذکر بھی نہیں کیا تھا۔

"اگر وہ اس وقت ہوش کھو چکی ہیں تو آپ کم از کم ہوش کو نہ کھویے۔ اس وقت لڑنے جھگڑنے سے مسائل نہیں حل ہوں گے۔ مجھے اندازہ ہوتا کہ وہ یہ سب کہیں گی میں کبھی بھی ان سے بات کرنے کے لیے زور نہ دیتی، مجھ سے غلطی ہوئی لیکن ان کے اس رویے کو پاگل پن سمجھ کر نظر انداز کردیجیے۔ جوابی کارروائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ میری تو بس اتنی سی خواہش تھی کہ نئے رشتوں کے بننے سے پرانے رشتے خراب نہ ہوں۔" وہ رسان سے بولیں۔ ملکہ کے چہرے کا تناؤ کم ہوگیا۔

"تمہیں شاید علم نہیں کہ پہلے میں منتہیٰ کو بہو بنانے کے لیے بالکل بھی راضی نہیں تھی، اور میرے

www.urdugem.com

CS CamScanner

دل میں جو خدشات تھے، انہیں میں نے تمہارے بھائی کے سامنے رکھ دیا، انہوں نے مجھے سمجھایا بلکہ میرے راضی ہونے کا بھی انتظار کیا۔

پھر میں نے دل سے اسے اپنی بہو مان لیا۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ میری صرف ایک ہاں سے اتنے سارے لوگوں کی خوشی جڑی ہے، اگر پہلے علم ہوتا تو میں کبھی انکار نہ کرتی۔ اور انکار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے لگتا تھا کہ منتہیٰ عبدالباری کو بالکل پسند نہیں کرتی لیکن یہ بات تو مجھے ان کا رشتہ طے ہوجانے کے بعد معلوم ہوئی کہ وہ بھی اس کی محبت میں مبتلا ہے۔ منتہیٰ بھی تو لڑکی ہے، اسے بھی عبدالباری سے عشق تھا لیکن اس کی وجہ سے عبدالباری کی ذات مسائل میں نہ الجھے، اس لیے اس نے اپنے دل کی کبھی نہیں سنی، صرف دماغ سے کام لیا۔ اور ایسا تمہاری اچھی تربیت سے ممکن ہوا۔

جبکہ دوسری طرف میری بہن ہے۔ شانزے کو بجائے سمجھانے کے وہ اس کی ذات کو تماشا بنا رہی ہے۔ نجانے کس کس کے سامنے اس نے عبدالباری اور شانزے کی جھوٹی دوطرفہ محبت اور پھر دھوکے کے قصے سنائے ہوں گے۔ نجانے وہ منتہیٰ کے بارے میں کیا کیا گل افشانیاں کرتی پھر رہی ہوگی۔'' ان کی پریشانی بجا تھی۔

☆☆☆

اس کے بعد ممتاز اور اس کی فیملی سے ملکہ نے قطع تعلقی کا اعلان کردیا تھا۔

ملکہ کو رہ رہ کر شانزے یاد آتی۔ سننے میں آیا تھا کہ وہ سارا وقت کمرہ بند کرکے پڑی رہتی ہیں۔ ممتاز اس پر چیختی چلاتی رہتی ہیں۔ ان کا دل عجیب سی پریشانی محسوس کرتا رہتا۔ اور پھر ایک روز انہوں نے دل بڑا کرکے ان کے گھر کی راہ لی۔ عبدالباری کو بھی زبردستی ساتھ لیا۔ صد شکر کہ ممتاز غیر موجود تھیں۔ ملکہ سیدھا اس کے کمرے میں گئیں جہاں وہ اندھیرا کیے بیڈ پر پڑی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے اپنی آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

''کون ہے؟ میں نے منع کیا ہے نا کہ میرے کمرے میں کوئی نہ آئے۔ تم لوگوں کو بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟'' وہ چلا کر بولی اور سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلاس کو اٹھا کر مارا۔ ملکہ کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ انہوں نے لائٹ آن کردی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ شانزے ان کی آمد پر حیران تھی جبکہ وہ شانزے کی حالت دیکھ کر حیران تھیں، آنکھوں کے نیچے حلقے، الجھے بے ترتیب بال، کملایا ہوا چہرہ' اس کے خوب صورت ہونٹ سوکھ کے عجیب سے ہو رہے تھے۔ اس کی آنکھیں بھی ویران تھیں۔ پہلے تو انہیں لگا کہ وہ شاید ان کے آنے پر چیخے گی، چلائے گی لیکن انہیں دیکھ کر وہ دوڑ کر ان کے سینے سے لگی، اور یوں روئی جیسے کوئی کسی مرگ پر روتا ہے۔ اس کے رونے کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ عبدالباری نیچے بیٹھا تھا۔ آوازوں سے گھبرا کر اوپر دوڑا جہاں دونوں خالہ بھانجی ایک دوسرے کے گلے لگ کر آنسو بہا رہی تھیں۔

''یہ کیا حال بنا دیا ہے تم نے؟ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟'' انہوں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے یہاں سے لے جائیں۔ پلیز خالہ۔ میں یہاں رہوں گی تو گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی۔'' اس نے تڑپ کر روتے ہوئے کہا۔

''میں لے کر جاؤں گی اپنی بچی کو۔ لیکن پہلے تم ریلیکس ہوجاؤ اور بتاؤ کہ کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

''امی بالکل پاگل ہوگئی ہیں۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ میں یہ فائل لے کر آغا صاحب کے پاس جاؤں۔ وہی آغا جنہوں نے انکل کے آفس میں بھی مجھے چھونے کی کوشش کی تھی۔ میں نے جانے سے منع کیا تو امی نے کہا کہ یہ کانٹریکٹ اسی صورت انہیں ملے گا جب میں آغا صاحب کے پاس یہ فائل لے کر جاؤں گی۔ میں کوئی بچی تو نہیں ہوں کہ میں ان

باریکیوں کو سمجھ نہ پاتی، اس لیے میں نے سختی سے انکار کردیا۔

تب ممی نے مجھ سے کہا کہ آغا صاحب مجھ سے شادی کی خواہش رکھتے ہیں اور اسی سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔

میں جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ میں ان سے شادی کے لیے ہاں کردوں گی۔ لیکن جب میں وہاں پہنچی تو انہوں نے مجھ سے دست درازی کی کوشش کی اور۔۔۔ اور مجھے بتایا کہ اس کے بارے میں ممی کو سب کچھ معلوم ہے۔ انہوں نے مجھے ممی کی ریکارڈڈ فون کال بھی سنائی۔'' یہ کہتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی یہ سب کچھ اتنا شاکنگ تھا کہ دونوں ماں بیٹا بالکل بت بن کر رہ گئے تھے۔

''ممتاز اتنا کیسے گر سکتی تھیں۔'' یہ سب ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

''پھر۔۔۔ پھر تم وہاں سے کیسے واپس آئیں؟'' انہوں نے کانپتے لہجے میں سوال کیا۔

''بہت مشکل سے۔'' وہ ایک بار پھر رونے لگی۔

''یا خدا۔ اللہ۔۔۔ یہ سب بھی دیکھنا رہ گیا تھا۔'' ان کا دل جیسے بند ہونے لگا۔

''پیسوں کی اتنی ہوس، اتنی لالچ۔۔۔ ممتاز ایسی تو نہ تھی پھر۔۔۔'' وہ بھی رونے لگیں۔ جبکہ عبدالباری کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''ممتاز خالہ کہاں ہیں؟'' اس نے سخت غصے سے پوچھا۔

''وہ آفس میں ہیں۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''اور تمہارے پاپا؟'' ان کے سوال پر اس نے گہری سانس بھری۔

''ان دونوں کا کئی ماہ سے جھگڑا چل رہا تھا۔ کچھ وقت پہلے ہی پاپا نے اپنے آپ کو بزنس سے الگ کردیا اور وہ باہر جاچکے ہیں۔ اور ان کا واپسی کا کوئی ارادہ نہیں۔'' اس نے مزید تفصیل بتائی۔ ان کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔ یہ سب اچانک، ان کی تو سمجھ ہی جواب دے گئی تھی۔

انہوں نے پھر سے اسے گلے لگایا۔ کافی دیر وہ اسی کے پاس رہیں۔ عبدالباری کچھ دیر وہاں رک کر جاچکا تھا۔ جبکہ ملکہ نے اسے اپنے ساتھ چلنے کا کہا، وہ تو جیسے اسی انتظار میں تھی۔ فوراً تیار ہوگئی۔

☆☆☆

انہوں نے شادی کی تیاریاں تیز کردی تھیں۔ دن بھی بہت جلدی جلدی گزر رہے تھے۔ منتہیٰ بہت خوش تھی لیکن جب بھی اسے شانزے یاد آتی وہ دکھی ہوجاتی۔ اس کے پاپا سے بات کرکے وہ اسے ان کے پاس بھجوا چکے تھے۔ عبدالباری البتہ کئی دن گزر جانے کے بعد بھی چپ چپ تھا۔ اسے ممتاز سے ان سب چیزوں کی قطعاً امید نہیں تھی۔

وہ اس کی بہت قریبی دوست تھی۔ بچپن کی ساتھی، لیکن اب وہ سارے رشتے ٹوٹ چکے تھے۔ اس نے بھی دل کو سمجھایا، اور خود کو پھر سے منتہیٰ کی ذات میں گم کردیا۔ منتہیٰ تو اس کے لیے ایسا پرسکون گوشہ تھی جس پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی تھیں۔ وہ دونوں بہت دن بعد آئس کریم کھانے گئے تھے۔ تقریباً تین گھنٹے باہر گزار کر جب وہ گھر آئے تو چہرے اطمینان سے دمک رہے تھے۔ سلیقہ ان دونوں کو پھر سے نارمل ہوتا دیکھ کر خود کو پرسکون محسوس کر رہی تھیں۔ جب سے وہ حیدر آباد سے یہاں آئی تھیں تب سے اب تک ان کی طبیعت مکمل طور پر کم ہی ٹھیک رہی تھی۔ ایک تو ان کا ہپاٹائٹس کا علاج چل رہا تھا، اس وجہ سے جب بھی انہیں انجیکشنز لگتے انہیں تیز بخار ہوجاتا۔ رات بھر وہ درد سے تڑپتی رہتیں۔ دوا سخت ہونے کی وجہ سے ان کا وزن اچھا خاصا کم ہوگیا تھا، لیکن اوپر تلے کی ان پریشانیوں اور پھر شادی کی تیاریوں میں الجھا رہنے کی وجہ سے کم ہی توجہ دے پا رہی تھیں۔ پھر وہ دن بھی آیا جب ان کی آنکھوں نے اس خواب کو سچ ہوتا دیکھا۔ منتہیٰ کو سرخ لہنگے میں دلہن بنے دیکھنے کی خواہش بھی پوری ہوگئی۔

☆☆☆

www.urdugem.com

CamScanner

عبدالباری منظور صاحب کا اکلوتا بیٹا تھا۔اس حساب سے وہ جتنے شان دار انتظامات کرواسکتے تھے، انہوں نے کروائے ، یہ ایک ایسی شادی تھی جو کئی سال یادرہنے والی تھی۔

وہ دونوں شادی کے دن بے حد حسین لگ رہے تھے۔ان دونوں کی جوڑی ایسی تھی کہ جو دیکھتا بے اختیار ہی تعریف پر مجبور ہوجاتا دولہا بنا عبدالباری سب کی نظر بچا کر اسے دیکھ تو لیتا لیکن نگاہ پلٹنے میں اسے خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ فوراً ہی یہ جگہ خالی ہوجائے اور وہ شرمائی لجائی سی منتہیٰ کو جی بھر کر دیکھے۔وہ آج تک کبھی اتنا خوش نہیں ہوا، زندگی میں بہت کچھ اس نے حاصل کیا تھا لیکن منتہیٰ کو بیوی کے روپ میں دیکھ کر اس کے دل نے جو تسکین اور خوشیوں کے دریا بہتے محسوس کیے تھے ان کا بیان ناممکن تھا۔

رات کے آخری پہر ہی وہ کمرے میں آسکا۔ منتہیٰ دلہن بنی اس کا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھی۔وہ بھی بے حد تھک گیا تھا لیکن خود سے بھی بے خبر منتہیٰ کو دیکھتے ہی اس کی ساری تھکن ہوا ہوگئی۔ منتہیٰ پارلر جا کر تیار نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ مصنوعی رنگ وروپ خود پر تھوپ کر وہ اپنی اصل شکل چھپانا نہیں چاہتی۔ مومنہ نے ہی اسے تیار کیا۔ نارمل سے میک اپ میں بھی وہ بلا کی حسین لگ رہی تھی۔شاید وہ اس بات سے واقف تھی کہ اندرونی خوشی کے باعث جو حسن ان دنوں اس کے چہرے پر بکھرا ہے وہ مصنوعی لوازمات کے انتہائی استعمال سے دب جائے گا۔ کافی دیر تک وہ اس کے چہرے پر نگاہیں جمائے بیٹھا رہا۔اسے وہ سارے منظر یاد آئے جب جب وہ اس سے دور بھاگی تھی اور وہ تمام جتن بھی جو اس نے اپنے ہی دل کی خواہش کا گلا گھونٹنے کے لیے کیے۔اس نے سوئی ہوئی منتہیٰ کا ہاتھ تھام کر بے حد خوب صورت سی انگوٹھی پہنائی۔وہ ایک دم جاگی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''تم کب آئے؟'' اسے سامنے بیٹھا دیکھ کر اس نے جھجک کر پوچھا۔ وہ بہت گہری نیند سے جاگی ۔وہ آنکھیں بھی ٹھیک طرح سے کھول پانے سے قاصر تھی۔

''بس کچھ ہی دیر ہوئی۔ تم آرام سے لیٹو، میں چینج کر کے آتا ہوں۔ بلکہ رکو۔'' وہ اٹھا اور فریج میں سے آئس کریم نکال کر لے آیا۔

''تم یہ کھاؤ۔ پھپھو بتا رہی تھیں کہ تم نے کھانا بھی نہیں کھایا۔'' اسے باؤل تھما کر وہ چینج کرنے چلا گیا۔جب وہ واپس آیا تو وہ بھی کپڑے تبدیل کر چکی تھی۔ البتہ چہرہ نہیں دھویا تھا۔ کھلے بال دونوں اطراف بکھرے تھے۔وہ اس کے بے حد قریب بیٹھ گیا۔ منتہیٰ ایک دم سمٹ گئی اور فوراً باؤل اس کے سامنے کر دیا۔اس کی بولتی نظروں کی تاب لانا منتہیٰ کے بس میں نہیں تھا۔عبدالباری نے اس کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیا اور اپنی بانہیں اس کے گرد پھیلا لیں۔

☆☆☆

شادی کے ایک ہفتے بعد ہی وہ دونوں ہنی مون کے لیے شمالی علاقہ جات کی سیر کو نکل کھڑے ہوئے۔ وہ پہلی بار ان حسین چراگاہوں ، خوب صورت بہتے دریاؤں اور بلند پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یہی گمان ہوتا تھا کہ وہ شہزادے کے ساتھ اس کے گھوڑے پر سوار ہے۔ فیری میڈوز دیکھ کر تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ یہیں اسی زمین پر ہی اپنا گھر بسا لے۔ زندگی بڑی حسین ہوگئی تھی۔ کسی انوکھے خواب جیسی۔ وہ اس کا یوں خیال رکھتا تھا جیسے وہ کوئی نازک کلی ہو یا پھر ہتھیلی کا چھالا۔ان دونوں کو اتنا خوش وخرم دیکھ کر سلیقہ کے سارے غم دور ہوگئے تھے۔جو بھی ان دونوں کو ساتھ دیکھتا،ان کی جوڑی کی تعریف کیے بنا نہ رہتا۔ملکہ بھی روایتی ماؤں کی طرح نظر لگ جانے کے خوف میں جتلا رہتیں۔

منتہیٰ کی طبیعت میں ہر گزرتا دن بہتری لے کر آرہا تھا لیکن یہ خوشی عارضی تھی۔ بہت تھوڑے وقت کی۔

☆☆☆

یہ اس صبح کی بات ہے جب منتہیٰ، عبدالباری کو جگا کر اوپر سلیقہ کے کمرے میں آئی تھی۔وہ بہت گہری نیند سوئی ہوئی تھیں ۔اس کے جگانے پر اٹھ گئیں۔

''امی ناشتا بن گیا ہے۔آئیں ناشتا کریں۔''

اس کے چمکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ مسکرائیں۔ اس کی شادی کو تین ماہ ہوچکے تھے اور کچھ ہی دن پہلے انہیں یہ خبر ملی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔اس خبر نے سب کو خوش تو کیا تھا لیکن ڈر بھی سب کے دلوں میں جاگ گیا تھا۔سب سے زیادہ خوف زدہ منتہیٰ تھی جبکہ عبدالباری اتنا ہی ریلیکس اور مطمئن ، سلیقہ دن بھر دعائیں کرتی رہتیں کہ خدا اسے صحت مند اولاد سے نوازے۔ جبکہ ملکہ کا دل وسوسوں میں ہی گھرا رہتا۔ وہ ٹھیک طرح خوش بھی نہ ہو پائی تھیں۔ سلیقہ ان کی پریشانی سے واقف تھیں لیکن وہ انہیں تسلی نہیں دے سکتی تھیں۔ وجہ صاف تھی ، نہ منتہیٰ سے عبدالباری کی شادی ہوتی نہ ہی یہ پریشانیاں قبل از وقت ان کی زندگی میں آتیں۔ ناشتے کے بعد دوا کھا کر وہ پھر سے کمرے میں لیٹ گئیں۔ اوپر ملازمہ صفائی کی غرض سے آئی تھی لیکن ٹی وی چلتا دیکھ کر وہیں بیٹھ گئی۔ سلیقہ کو طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ انہیں ملکہ کا رویہ بھی کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ منتہیٰ کی شادی تو ہوگئی تھی لیکن آنے والی پریشانیوں نے سلیقہ کا بی پی ہائی کر دیا تھا۔ ہر وقت یہی سوچ ان کے دل و دماغ پر سوار رہتی کہ اگر منتہیٰ کی اولاد بھی اسی مرض میں مبتلا ہوئی تو؟ اس تو کے آگے صرف اندھیرا تھا اور کچھ نہیں۔

دوا کے اثر کے باعث کچھ ہی دیر میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ ٹی وی پر کوئی ڈرامہ چل رہا تھا جس کی آوازیں ان کے کمرے تک باآسانی پہنچ رہی تھیں۔ ان آوازوں کے باعث ان کی نیند بار بار ڈسٹرب ہو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ گہری نیند سوگئیں۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ انہیں لگا کہ جیسے منتہیٰ رو رہی ہے۔ یہ رونے کی آواز چیخوں میں بدلنے لگی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھیں۔ ابھی وہ گہرے سانس لے رہی تھیں کہ ایک بار پھر رونے کی آواز ان کے کانوں میں گونجی۔ وہ خوف زدہ ہو کر آواز پر غور کیے بغیر ہی باہر کی طرف دوڑیں۔ ان کا رخ سیڑھیوں کی طرف تھا۔ سوتے ہوئے بھی منتہیٰ اور اس کے ہونے والے بچے کے بارے میں عجیب عجیب خیالات نے ان کا دماغ بوجھل کر رکھا تھا۔ پھر اس خواب نے رہی سہی کسر پوری کر دی اور اب ٹی وی پر چلنے والے ڈرامے کی آوازوں نے انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ بخار سے ابلتے وجود کے ساتھ جب وہ سیڑھیاں اترنے لگیں تو چکر آجانے کے باعث ان کا پیر پھسلا۔ وہ آخری درد بھری چیخ تھی جو ان کے لبوں سے نکلی تھی۔

☆☆☆

وہ بیڈ سے ٹیک لگائے خالی فرش کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اتنی وحشت تھی کہ عبدالباری بھی اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھا۔ پچھلے چار دن سے وہ ہسپتال میں تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی اسے ہوش آیا تھا اور عبدالباری اس کی حالت دیکھ کر پھر سے ڈر گیا۔ ان چار دنوں میں اسے کئی دورے پڑ چکے تھے اور دوروں کے بعد طویل بے ہوشی نے منتہیٰ کی حالت بالکل ہی غیر کر دی تھی۔ اسے تو اس بات کا بھی علم نہیں تھا کہ اس حادثے کے بعد اس کی ذہنی اور جسمانی حالت کی خرابی کے باعث وہ اپنا بچہ بھی کھو چکی ہے۔

عبدالباری اس کے قریب آیا اور اس کے بالکل پاس بیٹھ گیا۔ منتہیٰ کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔ وہ اس وقت لاؤنج میں ہی تھی جب اس نے اپنی ماں کی دل دوز چیخ سنی تھی۔ ان کے سر اور ناک سے نکلنے والے خون کو دیکھتے ہی اس کی حالت غیر ہوگئی تھی۔ انہیں اسی وقت ہسپتال پہنچایا گیا لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ گئیں۔

منتہیٰ کی زندگی کا سب سے بڑا دکھ جو اس کے لیے روگ بننے والا تھا۔ یہی تو ایک رشتہ تھا جس نے اسے اپنی چھاؤں میں رکھا۔ پالا ، پوسا ، محنت کی تاکہ اسے کبھی کسی بھی چیز کی کمی محسوس نہ ہو۔ اس

www.urdugem.com

کی بیماری کو سب سے چھپا کر رکھا تا کہ وہ کسی کی بھی رحم یا حقارت بھری نظروں سے دور رہے، اس کی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنا ہی تو جیسے ان کا مقصد تھا، وہ پورا ہوا تو وہ منتہیٰ کو چھوڑ کر چلی گئیں۔

عبدالباری نے اسے اپنی پناہوں میں لے لیا تا کہ وہ اپنے دل کا بوجھ کم کر سکے، رو سکے۔ گھر کے تمام افراد ہی اس حادثے کی وجہ سے شدید دکھ کی کیفیت میں تھے۔ ابھی تو ٹھیک طرح سے انہوں نے سکھ کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ اپنوں کے قریب آئے انہیں کچھ ہی وقت تو ہوا تھا۔ لیکن خدا کی مرضی کے آگے بھی بھلا کسی کی چلی ہے؟ جو ہونا تھا ہو کر رہا۔

کچھ دیر بعد منظور، ملکہ اور مومنہ بھی ہسپتال کے کمرے میں آ گئے۔ منظور صاحب نے اسے گلے لگایا تو وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ سب کا غم پھر سے تازہ ہو گیا۔ کمرے سے آنے والی رونے کی آوازیں سن کر ڈاکٹرز گھبرائے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

''آپ جانتے بھی ہیں کہ پیشنٹ کی کنڈیشن اچھی نہیں۔ پھر بھی آپ لوگ۔۔۔'' وہ سخت برہم ہو کر بولے۔ منظور صاحب نے روتی ہوئی منتہیٰ کو بڑی مشکلوں سے چپ کروایا۔ روتے روتے وہ بالکل ہی نڈھال ہو گئی۔ طبیعت میں بہتری تو کیا خاک آئی تھی لیکن اس نے شام ہوتے ہی گھر جانے کی ضد شروع کر دی۔ عبدالباری نے اس کی سہیلی کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ گھر آ گئی ہے۔ فوزیہ پچھلے کئی دن سے کراچی میں تھی اور اس سے دو بار ملنے ہسپتال بھی آئی لیکن دونوں بار منتہیٰ کو بے ہوش ہی پایا۔

عبدالباری کی خواہش تھی کہ وہ منتہیٰ سے ملے، اس کا غم ہلکا کرے۔ ایسے کسی صدمے سے نکلنے کے لیے ایسے قریبی لوگوں کی ہی ضرورت پڑتی ہے جن کے ساتھ ہم نے عمر کا بیشتر حصہ گزارا ہو۔ اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ فوزیہ سے مل کر وہ دیر تک روتی رہی، گھنٹوں ان دونوں کی سسکیاں وہ کمرے سے باہر بیٹھا سنتا رہا لیکن دل کا بوجھ ہلکا ہو جانے کے بعد فوزیہ کے ہاتھوں اس نے تھوڑا بہت ہی سہی کھانا کھا ہی لیا۔ اس رات وہ عبدالباری کے سینے سے لگی سونے تک روتی رہی۔ صبح عبدالباری جاگا تو اسے قرآن پاک پڑھتے پایا۔ وہ ایک دم پرسکون ہو گیا اور اس کے قریب آ کر بیٹھا۔ قریب بیٹھتے ہی اسے احساس ہوا کہ منتہیٰ کا بدن کپکپا رہا ہے اور قرآن پاک کا صفحہ آنسوؤں سے تر ہو چکا ہے۔ اس نے منتہیٰ کا ہاتھ تھام لیا۔ منتہیٰ نے تکلیف کی شدت سے آنکھیں بند کر لیں۔ منتہیٰ کو لگ رہا تھا کہ ہر گزرتا دن سلیقہ سے بچھڑنے کے غم کو تازہ کر رہا ہے۔ اسے صبر نہیں آ رہا تھا۔ پورا پورا دن وہ ان کی تصویر کو لے کر بیٹھی رہتی۔ اس کی ساس اور نند سے جتنا ممکن تھا وہ اس کی دل جوئی کرتیں۔ فوزیہ بھی اس سے تقریباً روز ہی ملنے آتی لیکن وہ سنبھل نہیں پا رہی تھی۔ دوروں کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تقریباً ہر ہفتے ہی اسے دورہ پڑ جاتا۔ یہ صورت حال شدید تشویش ناک تھی۔ سب سے زیادہ اذیت میں عبدالباری کی ذات تھی۔ منتہیٰ کو اس حال میں دیکھنا، اس کے لیے نا قابل برداشت تھا۔

وہ شدید کمزور ہو رہی تھی، اس کا دماغ شدید غم کے حصار میں تھا۔ ماں کا صدمہ اس کے لیے اتنا بڑا تھا کہ بچے کی خبر سن کر بھی اس نے صرف خالی نظروں سے اپنی ساس کو دیکھا۔ اس کے اندر جینے کی امید بالکل ہی دم توڑنے لگی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ سردی کی شدت میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا تھا۔ منتہیٰ کی زندگی کے لیے یہ صورتحال کافی خطرناک تھی۔ کمزوری اور سردی بھی دوروں میں اضافے کا سبب بن رہی تھی۔ ان بیس پچیس دنوں کے اندر ہی وہ صدیوں کی بیمار لگنے لگی تھی۔

عبدالباری آفس میں ہوتا یا گھر پر ہمہ وقت اس کے ذہن پر منتہیٰ کی بیماری کا خوف چھایا رہتا۔ اس کی طبیعت نہ بگڑ جائے اسے دورہ نہ پڑ جائے، وہ خوف زدہ سا اسے دیکھتا۔ دوسری جانب منتہیٰ اپنی جگہ شرمندہ تھی۔ اس کی وجہ سے پورا گھر تکلیف میں مبتلا تھا۔ خصوصاً اس کا شوہر، اس نے ایک سے ایک حسین لڑکی ٹھکرا کر اس سے شادی کی تھی۔ اور آج بھی وہ اسی

کی فکر میں ہلکان تھا۔

طرح طرح کی سوچوں نے اسے ہر دم بے حال سا کر رکھا ہوتا۔ آنکھیں سوجی رہتیں، رہی سہی کسر دوروں نے پوری کر رکھی تھی۔ ہونٹ کٹے پھٹے سے لگتے۔ عبدالباری مرد تھا، کسی کے سامنے آنسو نہیں بہا سکتا تھا۔ لیکن جب وہ سو جاتی تب عبدالباری اس کے قریب بیٹھ کر اسے دیکھتا رہتا۔ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے، اس کے سوکھے ہونٹ اور بے رونق چہرے کو دیکھتے ہوئے نجانے کتنی بار اس کی آنکھیں چھلک پڑتیں۔ وہ تو سلیقہ پھپھو کی موت کا غم بھی نہیں منا پایا۔ اس خوف سے کہ کہیں اس کے حوصلے پست دیکھ کر منتہیٰ بالکل ہی ہاتھ پیر نہ چھوڑ دے۔

شادی کے کچھ ہی دن انہوں نے خوش و خرم گزارے تھے۔ منتہیٰ اس کے اندازے سے بھی کہیں زیادہ خوش تھی، اور وہ بے دھڑک اس کا اظہار بھی کر ڈالتی تھی۔ جب وہ اس کی طرف مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے ڈھیروں باتیں کرتی تب اسے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ وہ اس کے ہمراہ ہے، اس کے قریب ہے، اس کی ہو چکی ہے۔ لیکن یہ خوشی بہت عارضی تھی۔

انہی دنوں شانزے سے اس کی بات ہوئی۔ جب سے وہ اپنے پاپا کے پاس گئی تھی تب سے ان دونوں کا کوئی رابطہ نہیں تھا البتہ ملکہ کے منہ سے وہ اس کا ذکر سنتا رہتا تھا۔ شانزے نے اسے فون کیا۔ وہ ان دنوں اتنی تکلیف میں تھا کہ اسے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے کسی دوست کی ضرورت تھی۔ وہ منتہیٰ سے اس تکلیف کا ذکر نہیں کر سکتا تھا جو وہ اسے اس حال میں دیکھ کر محسوس ہوتی تھی۔ وہ سلیقہ پھپھو کے بارے میں بھی اس سے اظہار نہیں کر سکتا تھا کہ وہ پھر سے رونے لگ جاتی تھی اور یہ رونا کئی کئی گھنٹے جاری رہتا۔ پھر اس کی طبیعت پر مزید اثرات مرتب کرتا۔ ایسی حالت میں شانزے کا اس کے غم کو محسوس کرنا عبدالباری کو تھوڑا سا پرسکون کر گیا۔ اس سے بات کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر کے اس کا دماغ کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ سب سے پہلے گھر پہنچ کر اس نے منتہیٰ سے نہانے کا کہا۔ اس کے کہنے پر اس نے نہا کر اچھا سا جوڑا پہنا۔ وہ کوشش کرتی تھی کہ وہ نارمل رویہ اپنائے لیکن اس سے یہ ممکن ہی نہیں ہو پاتا تھا۔ آج جب اتنے دن بعد عبدالباری نے اس سے ایسی کوئی فرمائش کی تو وہ منع نہ کر سکی۔ صاف ستھرے لباس میں منتہیٰ کا تھکا تھکا سا وجود دیکھ کر وہ زبردستی مسکرایا۔ منتہیٰ آہستگی سے عبدالباری کے سینے سے لگ گئی۔

''میں جانتی ہوں کہ میری وجہ سے آپ کی اور اس گھر کے تمام لوگوں کی زندگی کا سکون درہم برہم ہو گیا ہے لیکن میں کیا کروں؟ یہ سب میرے بس میں نہیں ہے۔'' وہ بھیگے لہجے میں بولی۔ عبدالباری نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار مضبوط کیا۔

''میری زندگی کا سکون صرف تم ہی ہو۔ تمہارے ساتھ ہوں اس لیے زندہ ہوں۔ تم نہ ہوتیں تو نجانے میرے دن کیسے گزرتے۔ ایک دوسرے کی سنگت میں ہم نے اب تک جتنے دن بھی گزارے ہیں، وہ خوشی سے بھرپور ہوں یا غم سے نڈھال۔ ان تمام دنوں کا ایک ایک لمحہ میرے لیے قیمتی ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ اس ہر لمحے میں تم میرے ساتھ تھیں اور میں تمہارے ساتھ تھا۔

تم وہ عورت ہو جو صرف میری محبت نہیں ہے میرا سب کچھ ہے۔ تم ہنسو گی تو میرا خون بڑھے گا، تم روؤ گی تو تکلیف مجھے بھی ہو گی۔ تمہاری حیات ہی میری زندگی ہے۔ کبھی مجھ سے دور مت ہونا۔ اور کبھی یہ مت سوچنا کہ تمہاری تکلیف سے میرا سکون برباد ہوا ہے۔ ہاں سکون ضرور درہم برہم ہوتا ہے لیکن تمہیں اتنی اذیت میں دیکھ کر اور اس بے بسی سے شدید نفرت محسوس ہوتی ہے جو مجھے تمہیں اس تکلیف میں دیکھتے ہوئے بھی ایک خاموش تماشائی بنے رہنے پر مجبور کرتی ہے۔

تم ان تمام معاملات میں بے بس ہو لیکن اپنا خیال رکھنے میں بے بس نہیں۔ تمہارے پاس صرف آج کا ہی دن ہے۔ تم جتنا رونا چاہتی ہو رو لینا لیکن

www.urdugem.com

CamScanner

آج کے بعد میں تمہیں اس طرح بے قرار نہ دیکھوں۔" اتنا کہہ کر اس نے منتہیٰ کو خود سے الگ کیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں ایک عجیب سا سکون تیر رہا تھا۔ یہ سکون ان لفظوں کا مرہون منت تھا جو ابھی ابھی اس نے ادا کیے تھے۔

عبدالباری نے اسے دوا کھلائی اور سلا دیا۔ اس کے سو جانے کے بعد وہ لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا۔

کہیں کوئی تو ایسا حل ہوگا جو اس بیماری کی کمی کا باعث بنے گا۔ وہ سوچتے ہوئے کی ورڈز ٹائپ کر کے سرچ کرنے لگا۔ اسے پہلی بار علم ہوا تھا کہ مرگی کی صرف یہی ایک قسم نہیں۔ اس کی اور بہت سی اقسام ہیں۔ عموماً وہ باتیں جنہیں ہم بھوت پریت کے اثرات سے جوڑ دیتے ہیں وہ بھی مرگی کی وجہ سے ہیں مثال کے طور پر بیٹھے بیٹھے خاموش ہو جانا، کسی سے بات نہ کرنا نہ جواب دینا۔ کچھ لوگ اس چیز کو بھی جنات کا اثر سمجھتے ہیں۔ اچانک ہی مریض کو کسی خوشبو کا محسوس ہونا، سوتے ہوئے اٹھ کر چلنے لگنا۔ یا کسی چیز کا نظر آنا جو کہ سرے سے ہی غیر موجود ہوتی ہے۔ وہ پڑھتے ہوئے شدید حیران تھا۔ ان اقسام میں مریض بے ہوش نہیں ہوتا جبکہ منتہیٰ کی بیماری شدید قسم کی تھی جو کہ پریشانی اور دکھ کے حالات میں بڑھ جاتی تھی۔ وہیں اسے علم ہوا کہ ان دوروں کو آپریشن کے ذریعے کافی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ اس نے ایک ہی رات میں تمام تفصیلات نکال لیں۔ اب اسے گھر میں بات کرنی تھی۔

☆☆☆

عبدالباری آفس سے آنے کے بعد نیچے لاؤنج میں ہی بیٹھ گیا۔ مومنہ سے کہہ کر اس نے ملکہ اور منتہیٰ کو بھی وہیں بلوا لیا۔ منظور صاحب پہلے سے ہی وہاں موجود تھے۔

"کوئی خاص بات ہے جو ہم سب کو یہاں بلایا؟" ملکہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

"جی بات تو خاص ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ سب کی ہی نظریں اس کی جانب اٹھ گئیں۔

منتہیٰ نے بھی اسے دیکھا، عبدالباری اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ آج بھی دورے کے بعد کئی گھنٹوں بعد ہوش میں آئی تھی۔ چہرہ بالکل زرد ہو رہا تھا اور آنکھیں یوں بے رونق تھیں جیسے کبھی کوئی خوشی نہ دیکھی ہو۔ عبدالباری نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ کیا سے کیا ہو گئی تھی وہ۔

"بیٹا اب بولو بھی کیا بات ہے۔" منظور صاحب نے بے چینی سے پوچھا۔

"مجھے منتہیٰ کے حوالے سے بات کرنی تھی۔" اس نے بات کا آغاز کیا۔

"ہر گزرتے دن کے ساتھ منتہیٰ کی طبیعت بگڑتی جا رہی ہے، ہر دوسرے تیسرے دن تو کبھی ہفتے بعد دورے پڑتے ہیں۔ اور یہ سب منتہیٰ کی زندگی کے لیے شدید خطرہ ہے۔"

"یہی بات تو مجھے ہر وقت پریشان کرتی ہے۔ اچھی بھلی بچی تھی، نجانے کس کی نظر لگ گئی۔" منظور صاحب سخت دلگرفتہ تھے۔

"سب سے زیادہ مسئلے کی بات تو یہ ہے کہ اس کی دوائیں بھی اثر نہیں کر رہیں اس پر۔" ملکہ کے لہجے میں بھی پریشانی تھی۔ "اور جو اذیت اٹھانا پڑتی ہے اسے، میں اس اذیت کو صرف محسوس کرتی ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ معصوم تو اس تکلیف کو جھیل رہی ہے۔" انہوں نے منتہیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سب اس سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن ان سب کی محبت بھی اس عذاب کو کم نہیں کر سکتی تھی۔

"اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے آپریشن۔" منتہیٰ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ وہ تو اس بات سے ہی ناواقف تھی کہ مرگی کا مرض آپریشن سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

"ہاں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں منتہیٰ۔ یہ واحد حل ہے جو تمہیں اس اذیت سے نجات دلائے گا۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے آپ سب سے اسی بارے میں مشورہ

کرنا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب اپنی رائے دیں۔" اس نے ملکہ اور منظور صاحب کو باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ منتہیٰ کی صحت یابی سے آگے کچھ بھی نہیں لیکن کیا یہ آپریشن کامیاب ہوگا اور منتہیٰ بالکل ٹھیک ہو جائے گی؟" انہوں نے سوال کیا۔

"دس میں سے سات لوگ اس آپریشن کے بعد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ستر فیصد لوگ اپنی زندگی بہتر طریقے سے گزارتے ہیں۔"

"منتہیٰ کیا کہتی ہے؟" مومنہ نے اس کی رائے جاننے کی کوشش کی۔

"میں ٹھیک ہونا چاہتی ہوں۔ آپ کے لیے۔" اس نے عبدالباری کی طرف دیکھتے ہوئے نم آنکھوں سے کہا۔

☆☆☆

آپریشن سے پہلے اس کے کئی طرح کے ٹیسٹ کیے گئے۔ ٹیسٹس کے بعد آپریشن کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ منتہیٰ بے حد سہمی ہوئی تھی۔ گھر سے بار بار فون آ رہے تھے۔

"کاش باقی لوگ بھی یہاں ہوتے، میرا تو خوف سے دل بند ہو رہا ہے۔" اس نے روہانسی ہو کر کہا۔

"میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔ پھر کس چیز کا ڈر ہے تمہیں؟ سب ٹھیک ہو جائے گا اور اگلے ہی ہفتے ہم پاکستان میں ہوں گے اور میں اور تم ایک بار پھر ہنی مون کے لیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ بس دل مضبوط رکھو اور یہ یاد رکھو کہ میں تم سے بے تحاشا محبت کرتا ہوں۔" اس نے منتہیٰ کی پیشانی چوم لی۔ منتہیٰ نے اس کے بازو پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ دل کی بے قراری میں آہستہ آہستہ کمی آنے لگی۔

پھر وہ وقت بھی آیا جب اسے آپریشن کے لیے لے جایا گیا۔ اس سے کچھ دیر پہلے ہی فوزیہ سے لے کر اس کی دادی تک سب نے اس سے بات کی اور ڈھیروں دعائیں دیں۔ اس کے بعد مومنہ، ملکہ اور منظور نے بھی باری باری فون کر کے اس کی دل جوئی کی۔ عبدالباری تو تھا ہی اس کے ساتھ، اس کے پاس۔

آپریشن ہو گیا۔ اس ایک ہفتے میں اسے ایک بار دورہ پڑا، عبدالباری کو لگا جیسے ساری کوشش رائگاں گئی۔ ڈاکٹر کے سمجھانے پر اسے معلوم ہوا کہ منتہیٰ کو شدید کمزوری اور تھکاوٹ کا سامنا تھا اس لیے ایسا ہوا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ منتہیٰ کا آپریشن کامیاب نہیں ہوا۔

ایک ماہ کے اندر ہی وہ بالکل صحت مند ہو گئی اور ان کی زندگی میں وہ خوشیاں لوٹ آئیں جو روٹھ گئی تھیں۔

☆☆☆

میں منتہیٰ عبدالباری ہوں۔ دنیا کی سب سے خوش قسمت عورت۔ خدا نے مجھے ہر وہ نعمت دی جو کہ کسی بھی عورت کا خواب ہو سکتا ہے۔ بے حد محبت کرنے والا شوہر، تین صحت مند بچے۔ مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب علی کی پیدائش سے قبل میں نے عبدالباری سے کہا تھا کہ یہ نہ ہو کہ تمہاری نسل خراب ہو جائے اور یہ بچے بھی اسی مرض کا شکار ہوں جس کا میں تھی۔ تب اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ نسلیں بیماریوں سے خراب نہیں ہوتیں۔ بداخلاقی، ہوس اور بدکاری سے خراب ہوتی ہیں۔ بیماری تو خدا کی طرف سے آتی ہے لیکن اگر کسی کی روح کو یہ موذی امراض لگ جائیں تو موت ہی اس کا واحد علاج ہے۔ خدا مجھے مکمل اولاد دے یا بیمار۔ میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔ تم صرف اچھا اچھا سوچو۔ ان جملوں کو سننے کے بعد میرا دل چاہنے لگا تھا کہ میں سجدے سے کبھی سر نہ اٹھاؤں۔ اسی مرد کو خدا نے میری زندگی کے ہر بے رنگ صفحے کو رنگوں سے سجانے کے لیے بھیجا۔ اسے میرا مہرباں بنایا۔

اور جب کوئی مہرباں ہو جائے تو زندگی پھولوں کی سیج بن جاتی ہے۔

☆☆

www.urdugem.com

CamScanner